تین وسیلے

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام تین چیزوں کوخداوندعالم تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں اور اللہ نے ہم کواس تک پہنچنے کے لئے وسیلے تلاش کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد خداوندعالم ہے:

"یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ"[1]

"اے ایمان والواللہ سے ڈرواور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو"

"اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ"[2]

"یہ جن کوخدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کررہے ہیں"

جن وسائل سے امام علیہ السلام اس سفر میں متوسل ہوئے ہیں وہ حاجت سوال اور محبت ہیں امام علیہ السلام کا کیا کہنا آپ دعا کی کتنی بہترین تعلیم دینے والے ہیں۔

وہ یہ جانتے ہیں کہ انھیں اللہ سے کیا طلب کرنا چاہئے ،اور کیسے طلب کرنا چاہئے اور اللہ کی رحمت کے مواقع کہاں ہیں:

پہلا وسیلہ: حاجت

حاجت بذات خوداللہ کی رحمت کی ایک منزل ہے بیشک خداوندعالم کریم ہے وہ اپنی مخلوق یہاں تک کہ حیوان اور نباتات پر ان کی ضرورت کے مطابق بغیر کسی سوال کے اپنی رحمت نازل کرتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا سے طلب اور سوال نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ حاجت کے پہلو میں سوال اور طلب اللہ کی رحمت کے دروازوں میں سے ایک دوسرا دروازہ ہے۔ جب لوگ پیاس کا احساس کرتے ہیں تو خداوندعالم ان کو سیراب کرتا ہے جب ان کو بھوک لگتی ہے تو خداوندعالم انکو کھانا دیتا ہے اور جب وہ برہنہ ہوتے ہیں توخداوندعالم ان کو کپڑا اعطا کرتا ہے:

"وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ"[3]

"اور جب بیمار ہوجاتا ہوں تو وہی شفا بھی دیتا ہے"۔

یہاں تک کہ اگر ان کوخدا کی معرفت نہ ہو وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ کیسے اللہ سے دعا کرنا چاہئے اور اس سے کیا طلب کرنا چاہئے:

"یامَن یُعطی من سئالہ یامن یعطی من لم یسألہ ومَن لم یعرفہ تحنُّنا منہ ورحمۃ"[4]

"اے وہ خدا جو اپنے تمام سائلوں کو دیتا ہے اے وہ خدا جو اسے بھی دیتا ہے جو سوال نہیں کرتا ہے بلکہ اسے پہچانتا بھی نہیں ہے"

---

[1] سورۂ مائدہ آیت/۳۵۔

[2] سورۂ اسراء آیت ۵۷۔

[3] شعراء آیت/۸۰۔

[4] رجب کے مہینہ کی دعائیں۔

ہم حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی مناجات میں اللہ کی رحمت نازل کرنے کے لئے اس عمدہ اور ربّانی نکتہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

"مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمَوْلَی وَ أَنَا الْعَبْدُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْعَبْدَ إِلَّا الْمَوْلَی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمَالِكُ وَ أَنَا الْمَمْلُوكُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَمْلُوكَ إِلَّا الْمَالِكُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْعَزِیزُ وَ أَنَا الذَّلِیلُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیلَ إِلَّا الْعَزِیزُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْخَالِقُ وَ أَنَا الْمَخْلُوقُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَخْلُوقَ إِلَّا الْخَالِقُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْعَظِیمُ وَ أَنَا الْحَقِیرُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْحَقِیرَ إِلَّا الْعَظِیمُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْقَوِیُّ وَ أَنَا الضَّعِیفُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الضَّعِیفَ إِلَّا الْقَوِیُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْغَنِیُّ وَ أَنَا الْفَقِیرُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْفَقِیرَ إِلَّا الْغَنِیُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمُعْطِی وَ أَنَا السَّائِلُ وَ هَلْ یَرْحَمُ السَّائِلَ إِلَّا الْمُعْطِی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْحَیُّ وَ أَنَا الْمَیِّتُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَیِّتَ إِلَّا الْحَیُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْبَاقِی وَ أَنَا الْفَانِی وَ هَلْ یَرْحَمُ الْفَانِیَ إِلَّا الْبَاقِی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الدَّائِمُ وَ أَنَا الزَّائِلُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الزَّائِلَ إِلَّا الدَّائِمُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الرَّازِقُ وَ أَنَا الْمَرْزُوقُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَرْزُوقَ إِلَّا الرَّازِقُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْجَوَادُ وَ أَنَا الْبَخِیلُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْبَخِیلَ إِلَّا الْجَوَادُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمُعَافِی وَ أَنَا الْمُبْتَلَی وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمُبْتَلَی إِلَّا الْمُعَافِی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْكَبِیرُ وَ أَنَا الصَّغِیرُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الصَّغِیرَ إِلَّا الْكَبِیرُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْهَادِی وَ أَنَا الضَّالُّ وَ هَلْ یَرْحَمُ الضَّالَّ إِلَّا الْهَادِی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الرَّحْمَنُ وَ أَنَا الْمَرْحُومُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَرْحُومَ إِلَّا الرَّحْمَنُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ السُّلْطَانُ وَ أَنَا الْمُمْتَحَنُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمُمْتَحَنَ إِلَّا السُّلْطَانُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الدَّلِیلُ وَ أَنَا الْمُتَحَیِّرُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمُتَحَیِّرَ إِلَّا الدَّلِیلُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْغَفُورُ وَ أَنَا الْمُذْنِبُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمُذْنِبَ إِلَّا الْغَفُورُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْغَالِبُ وَ أَنَا الْمَغْلُوبُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَغْلُوبَ إِلَّا الْغَالِبُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الرَّبُّ وَ أَنَا الْمَرْبُوبُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَرْبُوبَ إِلَّا الرَّبُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمُتَكَبِّرُ وَ أَنَا الْخَاشِعُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْخَاشِعَ إِلَّا الْمُتَكَبِّرُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ ارْحَمْنِی بِرَحْمَتِكَ وَ ارْضَ عَنِّی بِجُودِكَ وَ كَرَمِكَ یَا ذَا الْجُودِ وَ الْإِحْسَانِ وَ الطَّوْلِ وَ الِامْتِنَانِ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ وَ صَلَّی اللَّهُ عَلَی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ أَجْمَعِینَ"[1]

"اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں تیرا بندہ۔ اب بندہ پر مولا کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ اے میرے مولا اے میرے مالک تو مالک ہے اور میں مملوک اور مملوک پر مالک کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو عزیز ہے اور میں ذلیل ہوں اور ذلیل پر عزیز کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے علا

[1] مفاتح الجنان اعمال مسجد کوفہ مناجت امیر المومنین علیہ السلام۔

وہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر عظیم کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو قوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو غنی ہے اور میں فقیر ہوں اور فقیر پر غنی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو معطی ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر معطی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ اے میرے مولا میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مرنے والا ہوں اور مرنے والے پر زندہ کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا میرے مولا تو باقی ہے اور میں فانی ہوں اور فانی پر باقی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ اے میرے مولا میرے مو لا تو ہمیشہ رہنے والا ہے اور میں مٹنے والا ہوں اور مٹنے والے پر رہنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا میرے مولا تو رازق ہے اور میں محتاج رزق ہوں اور محتاج پر رازق کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو جواد ہے اور میں بخیل ہوں اور بخیل پر جواد کے علاوہ کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو عافیت دینے والا ہے اور میں مبتلا ہوں اور درد بتلا پر عافیت دینے والے کے علاوہ کون رحم کرسکتا ہے۔ میرے مولا اے میرے مولا تو کبیر ہے اور میں صغیر ہوں اور صغیر پر کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو ہادی ہے اور میں گمراہ ہوں اور گمراہ پر ہادی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو رحمن ہے اور میں قابل رحم ہوں اور قابل رحم پر رحمان کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو بادشاہ ہے اور میں منزل امتحان میں ہوں اور ایسے بندۂ امتحان پر بادشاہ کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو راہنما ہے اور میں سرگرداں ہوں اور کیا سرگرداں پر راہنما کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو بخشنے والا ہے اور میں گناہگار ہوں اور گناہگار پر بخشنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو غالب ہے اور میں مغلوب ہوں اور مغلوب پر غالب کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو رب ہے اور میں مربوب ہوں اور پرورش پانے والے رب

کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو صاحب کبریائی ہے اور میں بندۂ ذلیل ہوں اور بندۂ ذلیل پر خدائے کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو اپنی رحمت سے مجھ پر رحم فرما اور اپنے جودوکرم وفضل سے مجھ سے راضی ہوجا اے صاحب جودواحسان اور اے صاحب کرم وامتنان"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس بہترین مناجات کے ان جملوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی حاجت اور فقر کے لئے متوسل ہوتے ہیں اور بندہ کی حاجت اور اس کے فقر کو اللہ کی رحمت نازل ہونے کا مورد قرار دیتے ہیں۔

بیشک مخلوق اللہ کی رحمت نازل کرانا چاہتی ہے حقیر عظیم کی رحمت نازل کرانا چاہتا ہے ضعیف قوی کی فقیر غنی کی مرزوق رازق کی، مبتلا معافی کی، گمراہ ہادی کی، گناہگار غفور کی، حیران وسرگردان، ذلیل اور مغلوب غالب کی رحمت کی رحمت نازل ہونے کے خواستگار ہیں۔

یہ اللہ کی تکوینی سنتیں ہیں اور اللہ کی سنتوں میں ہرگز تبدیلی نہیں آسکتی جب حاجت اور فقر ہوگا تو ان موقفوں کے لئے اللہ کی

رحمت اور فضل ہوگا جس طرح پانی نیچی جگہ پر گرتا ہے اللہ کی رحمت حاجت وضرورت کے مقام پر نازل ہوتی ہے اللہ کریم وجواد ہے اور کریم حاجت وضرورت کے مقامات کی رعایت کرتا ہے اور اپنی رحمت اس سے مخصوص کر دیتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے سحر میں جس کو آپ نے ابوحمزہ ثمالی کو تعلیم فرمایا تھا میں فرماتے ہیں: ''اعطنی فقری، وارحمنی لضعفی''

یعنی آپ نے فقر اور ضعف کو وسیلہ قرار دیا ہے اور انھیں کے ذریعہ آپ اللہ کی رحمت سے متوسّل ہوتے ہیں۔

یہ فطری بات ہے کہ اس کلام کو مطلق قرار دینا ممکن نہیں ہے اور ایک ہی طریقہ میں منحصر نہیں کیا جا سکتا ہے بیشک اللہ کی رحمت نازل ہونے کے دوسرے اسباب بھی ہیں اور دوسرے موانع ورکاوٹیں بھی ہیں جن سے اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور اللہ کی سنتوں میں مبتلا ہونے کا سبب بھی ہیں۔

ہمارا یہ کہنا ہے: بیشک حاجت اور فقر کی وجہ سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو ہمارے لئے اس گفتار کو اس الٰہی نظام کے مطابق اور اس کے دائرہ میں رہنا چاہئے اور یہ معرفت کا وسیع باب ہے جس کو ہم اس وقت چھیڑنا نہیں چاہتے ہیں عنقریب ہم توفیق پروردگار کے ذریعہ اس حقیقت کی مناسب یا ضروری تشریح کریں گے۔

ہم قرآن کریم میں بہت سے ایسے نمونے دیکھتے ہیں جن میں حاجت اور فقر کو پیش کیا گیا ہے اور ان کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوئی ہے اور اللہ نے ان کو قبولیت کے درجہ تک پہنچایا ہے حاجت بھی اُسی طرح قبول ہوتی ہے جس طرح سے دعا اور سوال قبول ہوتے ہیں بیشک خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا کی ایک قسم ہے ان نمونوں کو قرآن کریم نے اللہ کے صالحین بندوں کی زبانی نقل کیا ہے۔

۱۔عبد صالح حضرت ایوب علیہ السلام کا خداوند عالم کی بارگاہ میں سختیوں اور مشکلات کے وقت اپنی حاجت پیش کرنا۔

"وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾" [1]

"اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کر دیا اور انھیں ان کے اہل وعیال دیدئے اور ویسے ہی اور بھی دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گذار بندوں کے لئے ایک یاددہانی ہے"

قرآن کریم اس فقرہ میں کوئی بھی دعا نہیں کی گئی ہے جس کی قرآن کریم نے اس امتحان دینے والے صالح بندہ کی زبانی نقل کیا ہے لیکن خداوند عالم نے فرمایا ہے:

---

[1] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۳۔۸۴۔

"فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ"[1]

"تو ہم نے ان کی دعا کوقبول کرلیااوران کی بیماری کودور کر دیا"

گویا حاجت اور فقر کا خدا کی بارگاہ میں پیش کرنا دعا کی ایک قسم ہے۔

۲۔عبد صالح ذوالنون نے اپنے فقر وحاجت اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کوخدا کی بارگاہ میں پیش کیا جب آپ سمندر میں شکم ماہی کے گھپ اندھیرے میں تھے:

"وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾"[2]

"اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آ کر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیااور انھیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں"

اس طرح کی استجابت طلب کے لئے نہیں ہے یہ حاجت اور فقر کے لئے ہے عبد صالح ذوالنون نے اس کلمہ: "سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ"[3]

"اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا" کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا خدوند عالم نے اس کو قبول کیا اور ان کو غم سے نجات دی:

"فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ"[4]

"تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلا دی"

۳۔ہم کو قرآن کریم میں اللہ،موسیٰ بن عمران اور ان کے بھائی ہارون کا یہ کلمہ بھی ملتا ہے جب انھوں نے فرعون تک اپنی رسالت کا پیغام پہنچانے کے لئے اللہ سے دعا کی:

"اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾"[5]

---

[1] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۳۔۸۴۔

[2] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۷۔۸۸۔

[3] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۷۔۸۸۔

[4] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۷۔۸۸۔

[5] سورۂ طہ آیت ۴۳۔۴۵۔

"تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہوگیا ہے،اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا خوفزدہ ہوجا ئے،ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یااور سرکش نہ ہوجائے"

ان دونوں نے اللہ سے فرعون اوراس کی بادشاہت کے مقابلہ میں خدا سے اپنی حمایت اور مدد کی درخواست نہیں کی اور نہ ہی اپنی ضرورت کے لئے امن وامان کی درخواست کی ہے بلکہ انھوں نے اپنی کمزوری،فرعون کی عوام الناس پر گرفت،فرعون کی طاقت اور اس کی سرکشی کا تذکرہ کیا:

"اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى"

"ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا وہ سرکش نہ ہوجائے"

اللہ نے ان کی اس درخواست کو مستجاب کرتے ہوئے ان کی حمایت اور تائید میں فرمایا:

"قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى"[1]

"ارشاد ہوا تم ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں"

۴۔ چوتھا نمونہ عبد صالح حضرت نوح علیہ السلام کا وہ کلمہ ہے جو آپ نے اپنے بیٹے کو طوفان میں غرق ہونے سے بچانے کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا تھا:

"وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ۝۴۵"[2]

"اورنوح نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"

بہر حال حاجت اور فقر کے وقت بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کی ضرورتوں اور فقر کے لئے بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب پیاس لگتی ہے تو اللہ ان کو سیراب کرتا ہے اور جب بھوک لگتی ہے تو اللہ ان کو سیر کرتا ہے اور کھانا کھلاتا ہے یہ معرفت کا بہت وسیع وعریض باب ہے اور ہم اس کے ایک پہلو کو رحاب القرآن کے سلسلہ کی کتاب ''شرح الصدر'' میں بیان کر چکے ہیں۔

دوسرا وسیلہ: دعا

یہ اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے

خداوند عالم فرماتا ہے:

---

[1] سورۂ طہ آیت/ ۴۶۔

[2] سورۂ ہود آیت/ ۴۵۔

"ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "[1]

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

اورخدا کا فرمان ہے:

"قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ "[2]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگرتمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا"

تیسراوسیلہ: محبت

بیشک بندہ محبت کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل کراتا ہے جوکسی دوسرے امر کے ذریعہ نازل نہیں ہوتی ہے

اب ہم ان تینوں وسیلوں کے سلسلہ میں تفکر کرتے ہیں جن کو امام نے خداوند عالم تک رسائی کے لئے اپنا وسیلہ قرار دیا ہے۔

"رِضَاكَ بُغْيَتِيْ وَرُؤْيَتِكَ حَاجَتِيْ... وَعِنْدَكَ دَوَاءُ عِلَّتِيْ وَشِفَاءُ غُلَّتِي وَبَرْدُلَوْعَتِيْ وَ كَشْفُ كُرْبَتِيْ "[3]

"تیری ہی رضا میرا آرزو ہے اور تیرا ہی دیدار میری حاجت ہے اور تے را ہی ہمسایہ میرا مظلوب ہے تیرے پاس میرے مرض کی دوا ہے اور میری تشنگی کا علاج ہے غم کی بےقراری کی ٹھنڈک، رنج وغم کی دوری تیرے ہی ذمہ ہے" یہ وسیلۂ حاجت وفقر ہے۔

"جوارك طلبی وقربك غاية سؤ لی... فكن انيسی فی وحشتی ومقيل عثرتی وغافرزلّتی وقابل توبتی، ومجيب دعوتی، وولی عصمتی ومغنی فاقتی"

"اور تے را ہی ہمسایہ میرا مظلوب ہے اور تیرا قرب میرے سوالات کی انتہا ہے۔۔۔پس تو میری وحشت میں میرا انیس، ہوجا لغزشوں میں سنبھالنے والا خطاؤں کو معاف کرنے والا اور میری توبہ کو قبول کرنے والا، میری دعا کا قبول کرنے والا، میری حفاظت کا ذمہ دار اور فاقہ میں غنی بنانے والا ہے" یہ وسیلہ دعا ہے۔

"فانت لاغيرك مرادی، ولك لالسواك سهری وسهادی، ولقاء ك قرّة عينی ووصلك منیٰ نفسی واليك شوقی، وفی محبّتك ولهی والی هواك صبابتی"

"فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں۔اور تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تیرا وصال میرے نفس کی امید ہے اور تیری جانب میرا شوق ہے اور تیری ہی محبت میں میری بیقراری ہے تیری ہی خواہش کی طرف میری توجہ ہے" یہ وسیلہ محبت ہے۔

---

[1] سورۂ غافر آیت ٦٠۔

[2] سورۂ فرقان آیت ٧٧۔

[3] مناجات مریدین

اب ہم امام کے کلام کے اس فقرہ کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں اور یہ دعا کا عمدہ جملہ ہے بیشک فن اورادب کے مانند دعا کے عمدہ و بہترین درجہ ہیں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"فقدانقطعت اليك همتي وانصرفت نحوك رغبتي، فأنت لاغيرك مرادي، ولك لاسواك سهري وسهادي ولقاءك قرة عيني"

"اس لئے کہ میری ہمت تیری ہی طرف ہے اور میری رغبت تیری ہی بارگاہ کی طرف ہے فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"

جو چیز "انقطاع" میں ہے وہ "تعلق" میں نہیں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''فقد تعلقت بک ھمتی''نہیں فرمایا ہے بیشک اللہ سے لولگانا دوسروں سے لولگانے کو منع نہیں کرتا ہے۔ جب بندہ خدا سے لولگانے میں صادق ہے اور یہ کہتا ہے:

"فقدانقطعت اليك همتي "بیشک "انقطاع" ایجابی اور سلبی دونوں معنی کا متضمن ہے۔ پس انقطاع "من الخلق الى الله"، انقطاع "الى الله" اس جملہ کے ایجابی معنی ہیں جن کا امام نے قصد فرمایا ہے۔

بیشک محبت میں اخلاص فصل اور وصل ہے فصل یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے فاصلہ و دوری اختیار کرنا، اللہ اور اللہ نے جن کی محبت کا حکم دیا ہے ان سے وصل (ملنا) ہے اور یہ دونوں ایک قضیہ کے دورخ ہیں۔

جب محبت خالص اور پاک وصاف ہوتی ہے تو وہ دو باتوں کی متضمن ہوتی ہے: محبت و برائت، اور وصل وفصل وانقطاع من الخلق "الی اللہ" ہے۔

یہی معنی دوسرے جملے "وانصرفت اليك رغبتي" کے بھی ہیں۔

انصراف الی اللہ سے "اعراض" اور "اقبال" دونوں مراد ہیں۔ اعراض یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے روگردانی کرنا اور "اقبال" سے مراد اللہ اور اللہ نے جس سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

پھر اس حقیقت کے لئے تیسری تاکید جو ان سب میں بلیغ ہے، اس میں محبت اور انصراف الی اللہ کے معنی کو شامل ہے اور خدا کے علاوہ دوسروں سے منقطع ہونا ہے:

"فأنت لاغيرك مرادي ولك لالسواك سهوي وسهادي"

"سهو" اور "سهاد" نیند کے برعکس ہیں "سهو"، یعنی محبت کی وجہ سے رات میں نمازیں پڑھنا۔ "سهاد" بیداری کی ایک قسم ہے اور یہ حالت انسان کو اپنے کسی اہم کام میں مشغول ہونے کے وقت پیش آتی ہے جس سے اس کی نیند اڑ جاتی ہے اور انسان اللہ سے لولگانے کا مشتاق ہوتا ہے۔

یہ دونوں محبت کی حالتیں ایک دوسرے کے مثل ہیں: انس اور شوق۔ بندہ کا اللہ کے ذکر سے مانوس ہونا، اور اللہ کا بندہ کے

پاس اس طرح حاضر ہونا کہ بندہ اپنی دعا، ذکر، مناجات اور نماز میں خدا کے حاضر ہونے کا احساس کرتا ہے اور اللہ سے ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔

محب اللہ کی بارگاہ میں ان دونوں باتوں کو سمجھ کر حاضر ہوتا ہے تو یہ دونوں حالتیں اسکی نیند اڑا دیتی ہیں اس کو بیدار کر دیتی ہیں جب لوگ گہری نیند میں سوجاتے ہیں اور نیند کی وجہ سے اپنے احساس بیداری اور شعور کو کھو بیٹھتے ہیں۔

بیشک نیند ایک ضرورت ہے تمام لوگ اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں چاہے وہ لوگ صالح و نیک ہوں یا برے ہوں۔ یہاں تک کہ انبیاء اور صدیقین بھی سوتے تھے۔

لیکن ایک شخص جو ضرورت بھر سوتا ہے جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص نیند کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور نینداس پر غالب آجاتی ہے ان دونوں آدمیوں کے درمیان فرق ہے۔

اولیاءاللہ نیند کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے ہیں بیشک نیندان کی ضرورت ہے اور وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ہی سوتے تھے اور آپ کا فرمان تھا کہ میرے سر کے پاس وضو کا پانی رکھ دینا تا کہ میں خدا کی بارگاہ میں حاضری دے سکوں۔

جب آپ کے لئے نرم اور آرام وہ بستر بچھایا جاتا تھا تو آپ اسکو اٹھانے کا حکم دیدتے تھے اس لئے کہ کہیں ان پر نیند غالب نہ آجائے۔

آپ سخت چٹائی پر آرام فرماتے تھے یہاں تا کہ چٹائی ان کے پہلو پر اثر انداز ہو اور آپ پر نیند غالب نہ آجائے۔

خداوند عالم نے رات میں مناجات، ذکر اور اپنے تقرب کے وہ خزانے قرار دئے ہیں جو دن میں نہیں قرار دئے ہیں۔ ان کی طرح رات کے لئے بھی افراد ہیں جو رات میں نمازیں پڑھتے ہیں جب لوگ سوجاتے ہیں، جب لوگ سستی میں پڑے رہتے ہیں تو یہ ہشاش بشاش ہوتے ہیں۔ جب لوگ اپنے بستروں پر گہری نیند میں سوئے رہتے ہیں۔ تو یہ اللہ سے ملاقات کر کے عروج پر پہنچتے ہیں۔

رات کے لئے بھی دولت ہے جس طرح دن کے لئے دولت ہے، رات میں بھی دن کی طرح خزانے ہیں۔ عوام الناس دن کی دولت، اسکے خزانے کو پہچانتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہیں جو رات کی دولت اور اسکے خزانے کی قیمت سے واقف ہیں اور جب انسان رات اور دن کی دولت سے ایک ساتھ بہرہ مند ہوتا ہے تو اسے انصاف پسند، متوازن اور راشد کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ایک ساتھ دونوں سے بہرہ مند ہوتے تھے اور بالکل متوازن طور پر دونوں کو اخذ کئے ہوئے تھے۔ آپ نے رات سے محبت، اخلاص اور ذکر اخذ کیا اور دن سے طاقت، حکومت اور مال اخذ کیا تا کہ دین کی دعوت اور اسکے محکم و مضبوط ہونے پر متمکن ہو جائیں اور رات میں آپ معین وقت پر عبادت کیلئے اٹھتے تھے اور رسالت جیسے ثقیل و سنگین عہدے کو اٹھانے پر متمکن تھے:

"يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝١ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝٢ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝٣ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝٤ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝٥ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝٦ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ

سَبْحًا طَوِيْلًا ۝٧ۭ [1]

"اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کردو یا کچھ زیادہ کرو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر با قاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کے لئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے یقیناً آپ کے لئے دن میں بہت سے مشغولیات ہیں"

اور ہمارے لئے اس مقام پر رات اور اسکے رجال کے سلسلہ میں حدیث قدسی سے ایک روایت کا نقل کرنا بہتر ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ خداوند عالم نے بعض صدیقین پر وحی نازل کی ہے:

"ان لی عبادا من عبادی یحبّونی فاحبّھم ویشتاقون الی واشتاق الیھم ویذکرونی واذکرھم وینظرون الیّ و انظر الیھم وان حذوت طریقھم احببتُك وان عدلت منھم مقتّك قال:یاربّ وماعلا متھم ؟قال:یراعون الظلال بالنھار کمایراعی الراعی الشفیق غنمه، ویحنّون الیٰ غروب الشمس کما یحنّ الطیرالیٰ وکره عند الغروب، فاذا جنّھم اللیل واختلط الظلام، وفرشت الفرش، ونصبت الا سرة وخلا کلّ حبیب بحبیبه نصبواالیّ اقدامھم وافترشواالیّ وجوھھم، وناجونی بکلامی، وعلقواالیّ بانغامی فمن صارخ وباكٍ، وَمتأوِّهٍ شاكٍ، ومن قائم وقاعد وراکع وساجد بعینی مایتحملون من اجلی، وبسمعی مایشکون من حبّی اول مااعطیھم ثلاث:

١۔ آقذف من نوری فی قلوبھم فیخبرون عنّی کمااخبرعنھم۔

٢۔ والثانیة:لوکانت السماوات والارض فی موازینھم لاستقللتھالھم۔

٣۔ والثالثة:أُقبل بوجھی الیھم، افتریٰ من اقبلت بوجھی علیه یعلم احد مااریداعطیه؟" [2]

"میرے کچھ بندے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں، وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں وہ میرا ذکر کرتے ہیں میں ان ذکر کرتا ہوں وہ مجھے دیکھتے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اگر تم بھی انھیں کا طریقہ اپناؤ گے تو میں تم سے بھی محبت کرونگا اور اگر اس سے روگردانی کروگے تو تم سے ناراض ہوجاؤنگا۔سوال کیا گیا پروردگار عالم ان کی پہچان کیا ہے؟ آواز آئی کہ وہ دن میں اپنے سایہ تک کی اس طرح مراعات کرتے ہیں کہ جیسے کوئی مہربان چوپان اپنے گلّہ کی، اور وہ غروب شمس کے اسی طرح مشتاق رہتے ہیں جیسے پرندہ غروب کے وقت اپنے آشیانہ میں پہنچنے کے مشتاق رہتے ہیں پس جب رات ہوتی ہے اور ہر طرف اندھیرا چھا جاتا ہے بستر بچھ جاتے ہیں پلنگ بچھادئے جاتے ہیں ہر حبیب اپنے محبوب کے پاس خلوت میں چلا جاتا ہے تو وہ اپنے قدم میری

---

[1] سورۂ مزمل آیت/١۔٧۔

[2] لقاءاللہ ص ١٠٤۔

طرف بڑھا دیتے ہیں میری طرف اپنے رخ کر لیتے ہیں میرے کلام کے ذریعہ مجھ سے مناجات کرتے ہیں نیز منظوم کلام کے ذریعہ میری طرف متوجہ ہوجاتے ہیں تو کتنے ہیں جو چیخ چیخ کر روتے ہیں، کتنے ہیں جو آہ اور شکوہ کرتے ہیں، کتنے ہیں جو کھڑے رہتے ہیں، کتنے ہیں جو بیٹھے رہتے ہیں، رکوع کرتے رہتے ہیں سجدہ کرتے رہتے ہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ میری خاطر کیا کیا برداشت کرتے رہتے ہیں میں سنتا رہتا ہوں جو وہ میری میری محبت کی خاطر پیش آنے والی مشکلات کا شکوہ کرتے ہیں میں سب سے پہلے ان کو تین چیزیں عطا کرونگا:

۱۔ میں ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دونگا تو وہ میرے بارے میں اسی طرح بتائیں گے جیسے میں ان کے بارے میں بتا ؤنگا۔

۲۔ اگر آسمان وزمین ان کی ترازوؤں میں ہوتو میں ان کے لئے آسمان وزمین کا وزن بھی کم کردوں گا۔

۳۔ میں ان کی طرف توجہ کرونگا اور جس کی طرف میں اپنا رخ کرلوں تو کسی کو کیا معلوم میں اسے کیا دے دوں گا"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"کان مما اوحیٰ اللہ تعالی الی موسی بن عمران: کذّب مَن زعم انہ یحبّنی فاذا جنّہ اللیل نام عنّی، یابن عمران، لورأیت الذین یقومون لی فی الدجیٰ وقد مثلت نفسیبین اعینہم، یخاطبونی وقدجللت عن المشاھدۃ، ویکلمونی وقدعززت عن الحضور۔ یابن عمران، ھب لی من عینك الدموع، ومن قلبك الخشوع، ثم ادعنی فی ظلمۃ اللّیالی تجدنی قریبا مجیبا"۔[1]

"خداوند عالم نے حضرت موسیٰ بن عمران سے کہا کہ: جو شخص رات میں مجھ سے راز و نیاز نہیں کرتا وہ میرا محب نہیں، فرزند عمران اگر تم ان افراد کو دیکھو گے کہ جو تاریکیٔ شب میں میری بارگاہ میں آتے ہیں اور میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوں تو وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہیں جبکہ میں نظر نہیں آتا ہوں تو وہ مجھ سے کلام کرتے ہیں حالانکہ میں ان کے سامنے حاضر نہیں ہوتا، اے فرزند عمران اپنی آنکھوں سے اشک گریاں اور دل سے خشوع مجھے ہدیہ کرو پھر مجھے تاریکیٔ شب میں پکارو تو مجھے اپنے قریب اور اپنی دعا کا قبول کرنے والا پاؤگے"

نہج البلاغہ کے خطبہ متقین میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رات کی تاریکی میں مناجات کرنے والے اولیاء اللہ کی پروردگار عالم کی بارگاہ میں حاضری کے حالات کی اس طرح عکاسی فرماتے ہیں:

"اما اللَّیۡلُ فَصَافُّوۡنَ اَقۡدَامَھُمۡ، تَالِیۡنَ لاجۡزَاءِ الۡقُرۡآنِ یُرَتِّلُوۡنَھَا تَرۡتِیۡلاً، یُحَزِّنُوۡنُ بِہِ اَنۡفُسَھُمۡ وَیَسۡتَثِیۡرُوۡنَ بِہِ دَوَاءَ دَائِھِمۡ فَاِذَامَرُّوۡابِآیَۃٍ فِیۡھَاتَشۡوِیۡقٌ رَکَنُوۡااِلَیۡھَا طَمَعاًوَتَطَلَّعَتۡ نُفُوۡسُھُمۡ اِلَیۡھَا شَوۡقاًوَظَنُّوۡا اَنَّھَانُصۡبُ اَعۡیُنِھِمۡ وَاِذَامَرُّوابِآیَۃٍ فِیۡھَا تَخۡوِیۡفٌ اَصۡغَوۡااِلَیۡھَامَسَامِعَ قُلُوۡبِھِمۡ وَظَنُّوۡا اَنَّ

[1] لقاءاللہ صفحہ/۱۰۔

زَفِيْرَجَهَنَّمَ وَشَهِيْقَهَافِيْ اُصُوْلِ اٰذَانِهِمْ فَهُمْ حَانُوْنَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَاَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ يَطْلِبُوْنَ اِلَى اللهِ تَعَالٰى فِيْ فِكَاكِ رِقَابِهِمْ۔

وَاَمَّاالنَّهَارُفَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ قَدْبَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْيَ الْقِدَاحِ۔۔۔"[1]

"رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہوکر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈ ھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو، تو اس کی طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پرکیف)منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے جس میں (جہنم سے) ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ دوزخ کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار اُن کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وہ (رکوع)اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں)اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے اللہ سے گلوخلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔

دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکوکار اور پرہیزگار نظر آتے ہیں۔۔۔"

اللہ سے ملاقات کے شوق کی ایک اور حالت

اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی ایک اور صورت کا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

"اِلٰهِيْ فَاجْعَلْنَامِنَ الَّذِيْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَيْكَ فِيْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَةُ مُحَبَّتِكَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ اِلٰى اَوْكَارِ الْاَفْكَارِ يَاْوُوْنَ وَفِيْ رِيَاضِ الْقُرْبِ وَالْمُكَاشَفَةِ يَرْتَعُوْنَ وَمِنْ حِيَاضِ الْمَحَبَّةِ بِكَاْسِ الْمُلَاطَفَةِ يَكْرَعُوْنَ وَشَرَايِعَ الْمُصَافَاتِ يَرِدُوْنَ قَدْ كُشِفَ الْغِطَاءُ عَنْ اَبْصَارِهِمْ وَانْجَلَتْ ظُلْمَةُ الرَّيْبِ عَنْ عَقَائِدِهِمْ وَضَمَائِرِهِمْ وَانْتَفَجَتْ مُخَالَجَةُ الشَّكِّ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَرَائِرِهِمْ وَانْشَرَحَتْ بِتَحْقِيْقِ الْمَعْرِفَةِ صُدُوْرُهُمْ وَعَلَتْ لِبِسَبْقِ السَّعَادَةِ فِي الزَّهَادَةِ وَهِمَمُهُمْ وَعَذُبَ فِيْ مَعِيْنِ الْمُعَامَلَةِ شِرْبُهُمْ وَطَابَ فِيْ مَجْلِسِ الْاُنْسِ سِرُّهُمْ وَاَمِنَ فِيْ مَوَاطِنِ الْمَخَافَةِ سِرْبُهُمْ وَاطْمَاَنَّتْ بِالرُّجُوْعِ اِلٰى رَبِّ الْاَرْبَابِ اَنْفُسُهُمْ وَتَيَقَّنَتْ بِالْفَوْزِ وَالْفَلَاحِ اَرْوَاحُهُمْ وَقَرَّتْ بِالنَّظَرِ اِلٰى مَحْبُوْبِهِمْ اَعْيُنُهُمْ وَاسْتَقَرَّ بِاِدْرَاكِ السُّؤْلِ وَنَيْلِ الْمَاْمُوْلِ قَرَارُهُمْ وَرَبِحَتْ فِيْ بَيْعِ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ تِجَارَتُهُمْ اِلٰهِيْ مَا اَلَذَّ خَوَاطِرَ الْاِلْهَامِ بِذِكْرِكَ عَلَى الْقُلُوْبِ وَمَا اَحْلَى الْمَسِيْرَ اِلَيْكَ بِالْاَوْهَامِ فِيْ مَسَالِكِ

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۳۰۳۔

الْغُيُوْبِ وَمَا اَطْيَبَ طَعْمُ حُبِّكَ وَمَا اَعْذَبَ شِرْبَ قُرْبِكَ فَاَعِذْنَا مِنْ طَرْدِكَ وَاِبْعَادِكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَخصِّ عَارِفِيْكَ وَاَصْلِحِ عِبَادَكَ وَاَصْدَقِ طَائِعِيْكَ وَاَخْلَصِ عُبَّادِكَ"[1]

"خدایا! ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے وہ فی الحال آشیانہ افکار میں پناہ لئے ہوئے ہیں اور ریاض قرب اور مکاشفات میں گردش کر رہے ہیں تیری محبت کے حوض سے سیراب ہو رہے ہیں اور تیرے اخلاص کے گھاٹ پر وارد ہو رہے ہیں ان کی نگاہوں سے پردے اٹھا دئے گئے ہیں اور ان کے دل و ضمیر سے شکوک کی تاریکیاں زائل ہو گئی ہیں ان کے عقائد سے شک و شبہ کی تاریکی محو ہو گئی ہے اور تحقیقی معرفت سے ان کے سینے کشادہ ہو گئے ہیں اور سعادت کی راہ میں ان کی ہمتیں بلند ہو گئی ہیں اور اطاعت کے ذریعہ سے ان کا چشمہ شیریں ہو گیا ہے مجلس انس میں ان کا باطن پاکیزہ ہو گیا ہے اور محل خوف میں ان کا راستہ محفوظ ہو گیا ہے وہ مطمئن ہیں کہ ان کے دل رب العالمین کی طرف راجع ہیں اور ان کی روحوں کو کامیابی اور فلاح کا یقین ہے اور ان کی آنکھوں کو محبوب کے دیدار سے خنکی حاصل ہو گئی ہے اور ان کے دلوں کو اور مدعا کے حصول سے سکون مل گیا ہے دنیا کو آخرت کے عوض بیچنے میں ان کی تجارت کامیاب ہو گئی ہے خدایا! دلوں کے لئے تیرے ذکر کا الہام کس قدر لذیذ ہے اور تیری بارگاہ کی طرف آنے میں ہر خیال کس قدر حلاوت کا احساس کرتا ہے۔ تیری محبت کا ذائقہ کتنا پاکیزہ ہے اور تیرے قُرب کا چشمہ کس قدر شیریں ہے ہمیں اپنی دوری سے بچا لے اور اپنے مخصوص عارفوں اور اپنے صالح بندوں میں سے سچے اطاعت گذار اور خالص عبادت گذاروں میں قرار دینا"

ہم اس مقام پر اہل بیت علیہم السلام کی دعا اور مناجات توقف نہیں کرنا چاہتے لیکن ہم امام علی بن الحسین علیہ السلام کی مناجات کے اس جملہ کے بارے میں کچھ غور و فکر کرنا چاہتے ہیں جس جملہ سے آپ نے مناجات کا آغاز فرمایا ہے:

"اِلٰهِی فَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَیْكَ فِیْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَةُ مُحَبَّتِكَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ"

"خدایا! ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے"

بیشک اولیاء اللہ کے لئے جیسا کہ امام علیہ السلام کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے خوبصورت باغ، طیب و طاہر ہیں اور عوام الناس سے مختلف طرح کی چیزیں صادر ہوتی ہیں:

کچھ لوگوں کے دلوں سے مکاتب اور علمی مدرسے وجود میں آتے ہیں اور علم خیر اور نور ہے بشرطیکہ اللہ سے ملاقات کا شوق باقی رہے بعض لوگوں کے سینہ تجارت گاہ، بینک اور مال و دولت کے مخزن ہوتے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اور شمارش کے نقشے ہو تے ہیں اور فائدہ و نقصان کے مقام ہوتے ہیں مال اور تجارت اچھے ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ کام اسکے دل کو مشغول نہ کر دے

[1] مفاتیح الجنان مناجات عارفین۔

اور ایسا رنج وغم نہ ہو جو اس سے جدا نہ ہوسکتا ہو کچھ لوگوں کے دل ایسی زمین ہوتے ہیں جس میں ببول کے درخت، جنگل (اندرائن جوکڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے) زہریلے، کینہ مال پر لڑائی جھگڑا، بادشاہت اور دوسروں کے لئے کید ومکر ہوا کرتے ہیں، اور کچھ افراد کے صدور (قلوب) کھیلنے کودنے والے افعال پر ہوتے ہیں دنیا وسیع پیانہ پر ایک گروہ کے لئے لہوولعب ہے۔

لوگوں میں سے کچھ لوگوں کا دل دوٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے: ایک حصہ زہر، کینہ، مکروکید سے پر ہے اور دوسرا حصہ لہوولعب سے لبریز ہے۔ جب پہلے حصہ کا راحت وآرام چھن جاتا ہے تو وہ دوسرے حصہ سے پناہ مانگتا ہے اور لہوولعب سے مدد چاہتا ہے تا کہ وہ نفس کو پہلے حصہ کے عذاب سے نجات دلا سکے۔

لیکن اولیاء اللہ کے سینے اس شوق کے باغ (جیسا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے) کے سلسلہ میں بارونق اور طیب وطاہر میوے ہوتے ہیں کبھی ان میں شوق کے درخت جڑ پکڑ جاتے ہیں اور اس میں اپنی شاخیں پھیلا دیتے ہیں۔ اللہ سے ملاقات کا شوق ایسا امر نہیں ہے کہ اگر اس پر خواہشات نفسانی غالب آجائے یا دنیا اپنے کوزیب وزینت کے ساتھ اسکے سامنے پیش کردے تو وہ شوق ملاقات ختم ہوجائے، اور جب صاحب دنیا کے لئے دنیا تنگ ہوجاتی ہے اور وہ مشکلوں میں گھر جاتا ہے نہ تو اس شوق میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ ہی اس کے اوراق (پتے) مرجھاتے ہیں۔

بیشک جب اللہ سے شوق ملاقات کے اشجار ان دلوں میں اپنی جڑ محکم ومضبوط کر لیتے ہیں تو تمام مشکلوں کے باوجود ہمیشہ ہرے بھرے اور پھل دیتے رہتے ہیں۔

اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی حالت روح کے ہلکے ہونے کی حالت ہے اور یہ حالت سنگینی اور دنیا پر اعتماد کرنے کی حالت کے برعکس ہے جس کے سلسلہ میں قرآن کریم میں گفتگو کی گئی ہے:

"مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾" [1]

"جب تم سے کہا گیا کہ راہ خدا میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین سے چپک کر رہ گئے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا سے راضی ہو گئے ہو"

بیشک جب انسان دنیا سے لولگاتا ہے، اسی سے راضی ہوتا ہے اور اس پر اعتماد وبھروسہ کر لیتا ہے تو اسکا نفس بھاری اور ڈھیلا ہوجاتا ہے اور جب اسکا نفس [2] دنیا سے آزاد ہوجاتا ہے تو ہلکا ہوجاتا ہے اور اللہ کی محبت اور اس سے شوق ملاقات کو جذب کرتا ہے۔

---

[1] سورۂ توبہ آیت ۳۸۔

[2] دنیا سے آزاد ہونے کا مطلب اس کو ترک کردینا نہیں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دنیا سے آزاد تھے لیکن پھر بھی اپنی دعوت کے سلسلہ میں دنیا کا سہارا لیتے تھے"

ہم اہل بیت سے ماثورہ دعاؤں کے بارے میں روایات کی روشنی میں محبت،شوق اور انس کی بحث کا اختتام کرتے ہیں اور اب "محبت خدا" کی بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

اللہ کے لئے خالص محبت

یہ مقولہ توحید حب کے مقولہ سے بلند ہے بیشک توحید حب اللہ کی محبت کے علاوہ دوسری محبتوں کی نفی نہیں کرتی ہے لیکن اللہ کی محبت کو دوسری محبتوں پر غلبہ دیتی ہے پس اللہ کی محبت حاکم اور غالب ہے:

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ" [1]

"ایمان والوں کی تمام تر محبت خدا سے ہوتی ہے"

یہ ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط اور توحید کی شقوں میں سے ایک شق ہے۔

لیکن اللہ سے خالص محبت، اللہ کے علاوہ دوسروں سے کی جانے والی محبت کی نفی کرتی ہے لیکن اگر محبت خدا (الحب للہ، البغض للہ) کے ساتھ باقی رہے۔ یہ ایمان اور توحید کی شان میں سے نہیں ہے، لیکن صدیقین اور ان کے مقامات کی شان ہے۔

بیشک خداوند عالم اپنے اولیاء اور نیک بندوں کے دلوں کو اپنی محبت کے علاوہ دوسروں کی محبت سے خالی کرنے پر متمکن کر دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"القلب حرم الله فلا تسكن حرم الله غير الله" [2]

"دل اللہ کا حرم ہے اور اللہ کے حرم میں اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں رہ سکتا ہے"

یہ دل کی مخصوص صفت ہے چونکہ اعضاء وجوارح انسان کی زندگی میں مختلف قسم کے کام انجام دیتے ہیں جن کو خداوند عالم نے اس کے لئے مباح قرار دیا ہے اور ان کو بجالانے کی اجازت دی ہے لیکن دل اللہ کا حرم ہے اور اس میں اللہ کے علاوہ دوسرے کی محبت کا حلول کرنا سزاوار نہیں ہے۔

روایت میں دل کی حرم سے تعبیر کرنے کے متعلق نہایت ہی دقیق نکتہ ہے بیشک حرم کا علاقہ امن وامان کا علاقہ ہے اور اسکا دروازہ ہر اجنبی آدمی کے لئے بند رہتا ہے اور اس میں رہنے والوں کو کوئی ڈر وخوف نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی اجنبی داخل ہوسکتا ہے اسی طرح دل اللہ کا امن وامان والا علاقہ ہے اس میں اللہ کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت داخل نہیں ہوسکتی اور اس میں اللہ کی محبت کو کوئی برائی یا خوف پیش نہیں آسکتا ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۶۵۔

[2] بحار الانوار جلد ۷۰ صفحہ/ ۲۵۔

صدیقین اور اولیاء اللہ سے خالص محبت کرنے والے بندے ہیں اللہ کی محبت اور دوسروں کی محبت کو ایک ساتھ جمع نہیں کیا جا سکتا ہاں اللہ کی محبت کے زیر سایہ تو دوسروں کی محبت ہو سکتی ہے۔

ہم مندرجہ ذیل حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں محبت کی سوزش اور محبت میں صدق اخلاص دیکھتے ہیں:

"سَيِّدِي اِلَيْكَ رَغْبَتِي، وَاِلَيْكَ رَهْبَتِي، وَاِلَيْكَ تَأْمِيلِي وَقَدْ سَاقَنِي اِلَيْكَ اَمَلِي وَعَلَيْكَ يَاوَاحِدِي عَكَفَتْ هِمَّتِي وَفِيمَاعِنْدَكَ انْبَسَطَتْ رَغْبَتِي وَلَكَ خَالِص رَجَائِي وَخَوْفِي وَبِكَ اَنِسَتْ مَحَبَّتِي وَاِلَيْكَ اَلْقَيْتُ بِيَدِي وَبِحَبْلِ طَاعَتِكَ مَدَدْتُ رَهْبَتِي يَامَوْلَايَ بِذِكْرِكَ عَاشَ قَلْبِي وَبِمُنَاجَاتِكَ بَرَّدْتُ اَمَلَ الْخَوْفِ عَنِّي..." [1]

"میرے مالک میری تیری ہی طرف رغبت ہے اور تجھی سے خوف تجھی سے امید رکھتا ہے، اور تیری ہی طرف امید کھینچ کر لے جاتی ہے، میری ہمت تیری ہی جناب میں ٹھہر گئی ہے اور تیری نعمتوں کی طرف میری رغبت پھیل گئی ہے خالص امید اور خوف تیری ہی ذات سے وابستہ ہے محبت تجھی سے مانوس ہے اور ہاتھ تیری ہی طرف بڑھایا ہے اور اپنے خوف کو تیری ہی ریسمان ہدایت سے ملا دیا ہے خدایا میرا دل تیری ذات سے زندہ ہے اور میرا درد خوف تیری مناجات سے ٹھہرا ہے"

امام علیہ السلام مناجات کے اس ٹکڑے میں اپنی رغبت، رہبت، اور آرزو تمام چیزوں کو اللہ سے مربوط کرتے ہیں اور خدا کی عطا کردہ ہمت کے ذریعہ ان سب کے پابند تھے آپ خالص طور پر خدا سے امید رکھتے تھے اور اسی سے خوف کھاتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"احبّوا الله من کلّ قلوبکم" [2]

"تم اللہ سے اپنے پورے دلوں کے ساتھ دوستی کرو"

اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی دعا میں آیا ہے:

"اللهم انّی اسألك ان تملا قلبی حبّالك وخشیة منك، وتصدیقالك وایمانابك وفرقاً منك وشوقاالیك" [3]

"بارالٰہا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے دل کو اپنی محبت، خوف، تصدیق ایمان اور اپنے شوق سے لبریز فرما دے"

اگر اللہ سے محبت اور اس سے شوق ملاقات سے بندہ کا دل لبریز ہو جائے تو پھر اس میں اللہ سے محبت کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت کی کوئی خالی جگہ ہی باقی نہیں رہ جاتی مگر یہ کہ محبت اس خدا کی محبت کے طول میں اور اسی کی محبت کے نتیجہ پر کہ محبت بھی

[1] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔
[2] کنز العمال جلد ۴۷ صفحہ/ ۴۴۔
[3] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ/ ۸۹۔

درحقیقت اللہ کی محبت ہے اور اسی شوق کا نتیجہ ہے۔

ماہ رمضان کے آجانے پر حضرت امام صادق علیہ السلام کی دعا کا ایک حصہ یہ ہے:

"صلّ علیٰ مُحَمَّدٍوَآل مُحَمَّدٍوَاشْغَلْ قَلْبِیْ بِعَظِیْمِ شَانِكَ، وَاَرْسَلَ مُحَبَّتَكَ اِلَيْهِ حَتّیٰ اَلْقَاكَ وَاَوْدَاجِیْ تَشْخَبُ دَماً"۔[1]

"خدایا! محمد وآل محمد پر درود بھیج اپنی شان کی عظمت کے صدقہ میں میرے دل کو اپنی یاد میں مصروف رکھ میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے تا کہ میں تجھ سے خون میں غلطاں حالت میں ملاقات کروں"

اس کا مطلب خداوند عالم کیلئے خالص محبت کرنا ہے چونکہ خدا کی محبت دل کو مصروف کرنے والا کام ہے اور اس سے جدا نہ ہونے والا امر ہے۔

بندہ سے متعلق خداوند عالم کی حمیت

بیشک اللہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے اور محبت کی ایک خصوصیت غیرت ہے وہ غیور بندوں کے دلوں میں ہوتی ہے بندے اللہ سے خالص محبت کریں اور اس کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت نہ کریں اور بندوں کو اپنے دل میں دوسروں کی محبت داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے رب سے وادی مقدس میں مناجات کرتے ہوئے عرض کیا اے پروردگار:

"انی اخلصت لك المحبّة منیّ وغسلت قلبی ممّن سواك"۔[2]

"میں صرف تیرا مخلص ہوں اور تیرے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کرتا" اور مجھے اپنے اہل وعیال سے شدید محبت ہے خداوند عالم نے فرمایا۔ اگر تم مجھ سے خالص محبت کرتے ہو تو اپنے اہل وعیال کی محبت اپنے دل سے الگ کر دو"

اللہ کی اپنے بندے پر یہ مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندے کے دل سے غیر کی محبت کو زائل کر دیتا ہے اور جب خداوند عالم اپنے بندے کو اپنے علاوہ کسی اور سے محبت کرتے ہوئے پاتا ہے تو اس کی محبت کو بندے سے سلب کر دیتا ہے یہاں تک کہ بندہ کا دل اس کی محبت کے لئے خالص ہو جاتا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی دعا میں آیا ہے:

"انت الذی ازلت الاغیار عن قلوب احبّائك حتیٰ لم یحبّوا سواك ماذا وجد مَن فقدك وما الذی فقد مَن وجدك لقد خاب من رضی دونك بدلا"۔[3]

"تو نے اپنے محبوں کے دلوں سے غیروں کی محبت کو اس حد تک دور کر دیا کہ وہ تیرے علاوہ کسی سے محبت ہی نہیں کرتے۔

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۷ صفحہ ۳۳۴۔
[2] بحار الانوار جلد ۸۳ صفحہ ۲۳۶۔
[3] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔

جس نے تجھے کھو دیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھے پالیا اس نے کیا کھویا؟ جو شخص تیرے علاوہ کسی اور سے راضی ہوا وہ نامراد رہا"

ہمارے لئے اس سلسلہ میں اس تربیت کرنے والی خاتون کا واقعہ نقل کرنا بہتر ہے جس کو شیخ حسن البنا نے اپنی کتاب "مذاکرات الدعوة والداعیة" میں نقل کیا ہے۔ حسن البنّا کہتے ہیں: شیخ سلبی (مصر کے علم عرفان اور اخلاق کی بڑی شخصیت) کو خداوند عالم نے ان کی آخری عمر میں ایک بیٹی عطا کی شیخ اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ اس سے جدا نہیں ہوتے تھے وہ جوں جوں جوان اور بڑی ہو رہی تھی شیخ کی اس سے محبت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا شیخ بنّا نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ایک شب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت شیخ شلبی کے گھر کے نزدیک ایک خوشی کی محفل سے لوٹنے کے بعد شیخ شلبی سے ملاقات کی جب وہ چلنے لگے تو شیخ نے مسکرا کر کہا: انشاء اللہ کل تم مجھ سے اس حال میں ملاقات کرو گے کہ جب ہم روحیہ کو دفن کرینگے۔

روحیہ ان کی وہی اکلوتی بیٹی تھی جو شادی کے گیارہ سال بعد خداوند عالم نے ان کو عطا کی تھی اور جس سے آپ کام کرتے وقت بھی جدا نہیں ہوتے تھے اب وہ جوان ہو چکی تھی اس کا نام روحیہ اس لئے رکھا تھا کیونکہ وہ ان کے لئے روح کی طرح تھی۔

بنّا کہتے ہیں کہ: ہم نے اُن سے روتے ہوئے سوال کیا کہ اس کا انتقال کب ہوا؟

شیخ نے شلبی نے کہا آج مغرب سے کچھ دیر پہلے۔ ہم نے عرض کیا: تو آپ نے ہم کو کیوں نہیں بتایا تا کہ ہم دوسرے گھر سے تشیع کی جماعت کے ساتھ نکلتے؟

شیخ نے کہا: کیا ہوا؟ ہمارا رنج وغم کم ہو گیا غم خوشی میں بدل گیا۔ کیا تم کو اس سے بڑی نعمت چاہئے تھی؟

گفتگو شیخ کے صوفیانہ درس میں تبدیل ہو گئی اور وہ اپنی بیٹی کی وفات کی وجہ یہ بیان کرنے لگے کہ خداوند عالم ان کے دل پر غیرت سے کام لینا چاہتا تھا کیونکہ خداوند عالم کو اپنے نیک بندوں کے دلوں کے سلسلہ میں اسی بات سے غیرت آتی ہے کہ وہ کسی دوسرے سے وابستہ ہوں یا کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہوں۔ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال پیش کی جن کا دل اسماعیل علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے ان کو اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیدیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دل حضرت یوسف علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے حضرت یوسف کو کئی سال تک دور رکھا اس لئے انسان کے دل کو خداوند عالم کے علاوہ کسی اور سے وابستہ نہیں ہونا چاہئے ورنہ وہ محبت کے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔

پھر انھوں نے فضیل بن عیاض کا قصہ چھیڑا جب انھوں نے اپنی بیٹی کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو بیٹی نے کہا بابا کیا آپ مجھے بہت زیادہ دوست رکھتے ہیں؟ تو فضیل نے کہا: ہاں۔

بیٹی نے کہا: خدا کی قسم میں آج سے پہلے آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتی تھی۔

فضیل نے کہا: کیسے اور میں نے کیوں جھوٹ بولا؟ بیٹی نے کہا کہ: میں سوچتی تھی کہ آپ خداوند عالم کے ساتھ اپنی اس حالت کی بنا پر خدا کے ساتھ کسی کو دوست نہیں رکھتے ہوں گے۔

فضیل نے رو کر کہا کہ اے میرے مولا اور آقا چھوٹے بچوں نے بھی تیرے بندے کی ریاکاری کو ظاہر کر دیا۔ ایسی باتوں

کے ذریعہ شیخ شلبی ہم سے روحیہ کے غم کو دور کرنا چاہتے تھے اور اس کی مصیبت کے درد و الم سے ہونے والے غم کو ہم سے برطرف کرنا چاہتے تھے ہم نے ان کو خدا حافظ کہا اور اگلے دن صبح کے وقت روحیہ کو دفن کر دیا گیا ہم نے گریہ وزاری کی کوئی آواز نہ سنی بلکہ صرف صبر و تسلیم و رضا کے مناظر کا مشاہدہ کیا۔

اللہ کے لئے اور اللہ کے بارے میں محبت

اب ہم مندرجہ ذیل سوال کا جواب بیان کریں گے اللہ کے لئے خالص محبت کے یہ معنی فطرت انسان کے خلاف ہیں چونکہ اللہ نے انسان کو متعدد چیزوں سے محبت اور متعدد چیزوں سے کراہت کرنے والی فطرت دے کر خلق کیا ہے اور اس معنی میں اللہ سے خالص محبت کرنے کا مطلب یہ ہے انسان کی اس فطرت کے خلاف محافظت کرے جس فطرت پر اللہ نے اس کو خلق کیا ہے؟

جواب: اللہ سے خالص محبت کرنے کا مقصد انسانی فطرت کا انکار کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے اللہ محبت کرتا ہے اور جن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے ان کی محبت اور کراہت کی توجیہ کرنا ہے لہٰذا پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم حضرت موسیٰ بن عمران سے ان کے اہل کی محبت ان کے دل سے نکلوانا نہیں چاہتا ہے بلکہ خداوند عالم یہ چاہتا ہے کہ ان کے اہل وعیال کی محبت خداوند عالم کی محبت کے زیر سایہ ہو اور ہر محبت کے لئے بندے کے دل میں وہی ایک منبع و مصدر ہونا چاہئے دوسرے لفظوں میں: بیشک پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم موسیٰ بن عمران سے یہ چاہتا ہے کہ ہر محبت کو اللہ کی محبت کے منبع اور مصدر سے مربوط ہونا چاہئے اس وقت بندے کی اپنے اہل وعیال سے محبت تعظیم کے لئے ہوگی یہی اس کا دقیق مطلب ہے اور تربیت کا بہترین اور عمدہ طریقہ ہے اور اسی طریقہ تک صرف اسی کی رسائی ہوسکتی ہے جس کو اللہ نے اپنی محبت کے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اس کو منتخب کر لیا ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ اور طیب وطاہر تھے آپ کا فرمان ہے میں دنیا کی تین چیزوں سے محبت کرتا ہوں: عورت خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔[1]

بیشک یہ وہ محبت ہے جو اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری رہتی ہے اور ان تینوں میں رسول خدا سب سے زیادہ نماز سے محبت کرتے تھے اس لئے کہ نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے بیشک نماز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری تھی۔

پس اللہ سے محبت کرنے میں انسان کی فطرت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے جس فطرت پر اللہ نے انسان کو خلق کیا ہے۔ بلکہ جدید معیار و ملاک کے ذریعہ حیات انسانی میں محبت اور عداوت کے نقشہ کو اسی نظام کے تحت کرنا ہے جس کو اسلام نے بیان کیا ہے۔

انسان کی فطری محبت خود اسکے مقام پر باقی ہے لیکن جدید طریقہ کی وجہ سے اللہ کی تعظیم و تکریم کرنا ہے۔

اس بنیاد پر اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے سلسلہ میں محبت کی قیمت کے لئے اسلامی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[1] الخصال صفحہ/ ۱۶۵۔

"المحبّة لله اقرب نسب"[1]

"خدا سے محبت سب سے نزدیکی رشتہ داری ہے"

اور حضرت علی علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

"المحبّة فی الله آکد من و شیج الرحم"[2]

"خدا سے محبت خونی رشتہ داری سے بھی زیادہ مضبوط ہے"

یہ تعبیر بہت دقیق ہے اور ایک اہم فکر کی طلبگار ہے۔ بیشک لوگوں کے اپنی زندگی میں بہت گہری رشتہ داری اور تعلقات ہوتے ہیں۔ ان تمام تعلقات میں رشتہ داری کے تعلقات بہت زیادہ معتبر ہیں، اور اللہ تعالی کی محبت کی رشتہ داروں کی محبت سے زیادہ محبت کی تاکید کی گئی ہے جب انسان اپنی محبت اور تعلقات رشتہ داری کے ذریعہ قائم کرلے۔ اسی محبت سے اور عداوت کی وجہ سے رشتہ داری کامل اور ناقص ہوگی۔

رشتہ داروں کی محبت پر اس لئے زیادہ زور دیا گیا ہے کہ جب اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبت ہوگی تو اس محبت میں تغیر و تبدل ہوگا اور خلل واقع ہوگا۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں کے تاثرات دوسرے بعض لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں لیکن جب انسان اپنے بھائی سے اللہ کے لئے محبت کرے گا تو وہ بہت زیادہ قوی محبت ہوگی اور یہ محبت مختلف اور ایک دوسرے کے لئے متضاد محبت سے کہیں زیادہ مؤثر ہوگی۔

اللہ کے لئے خالص محبت صرف انسان کے فطری تعلقات کی نفی نہیں کرتی بلکہ انسان پر اس بات پر زور دیتی ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات راسخ کرتی ہے کہ اس محبت کو ایک بڑے منبع کے تحت منظم کرے جس کو ہر صدیق اور ولی خدا نے منظم و مرتب کیا ہے۔ پس اللہ کے نزدیک لوگوں میں وہ شخص زیادہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے اللہ کی محبت کے زیر سایہ محبت کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ما التقی مؤمنان قط الا کان افضلهما اشدّهما حبّا لاخیه"[3]

"مومن جب بھی آپس میں ملیں گے تو ان میں وہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہو"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

"انّ المتحابین فی الله یوم القیامة علی منابر من نور، قد اضاء نور اجسادهم ونور منابرهم

---

[1] میزان الحکمۃ جلد ۲ ص ۲۲۳۔

[2] میزان الحکمۃ جلد ۲ صفحہ/ ۲۳۳۔

[3] بحار الانوار جلد ۷۴ ص ۳۹۸

كلّ شيء حتى يُعرفوا به. فيُقال: هؤلاء المتحابّون في الله".[1]

"اللہ کی محبت میں فنا ہوجانے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے ان کے اجساد اور ان کے منبروں کے نور کی روشنی سے ہر چیز روشن ہوگی یہاں تک کہ ان کا تعارف بھی اسی نور کے ذریعہ ہوگا۔ پس کہا جائیگا: یہ لوگ اللہ کی محبت میں فناء فی اللہ ہوگئے ہیں"

روایت کی گئی ہے کہ پروردگار عالم نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے کہا:

"هل عملت لی عملاً؟ قال: صلّيت لك و صمت، و تصدّقت و ذكرت لك. فقال الله تبارك وتعالىٰ: امّا الصلاة فلك برهان، و الصوم جُنّة، و الصدقة قد ظلّ، و الذكر نور. فأي عمل عملت لي؟ قال موسىٰ: دلّني على العمل الذي هو لك. قال: يا موسىٰ، هل واليت لي وليّا و هل عاديت لي عدوّاً قطّ؟ فعلم موسىٰ انّ افضل الاعمال الحبّ في الله والبغض في الله".[2]

"کیا تم نے میرے لئے کوئی عمل انجام دیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

میں نے تیرے لئے نماز پڑھی ہے، روزہ رکھا ہے، صدقہ دیا ہے اور تجھ کو یاد کیا ہے پروردگار عالم نے فرمایا: نماز تمہارے لئے دلیل ہے، روزہ سپر ہے صدقہ سایہ اور ذکر نور ہے پس تم نے میرے لئے کونسا عمل انجام دیا ہے؟ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: ہر وہ چیز جس پر عمل کا اطلاق ہوتا ہے وہ تیرے لئے ہے خداوند عالم نے فرمایا: کیا تم نے کسی کو میرے لئے ولی بنایا اور کیا تم نے کسی کو میرا دشمن بنایا ہرگز؟ تو موسیٰ کو یہ معلوم ہوگیا کہ سب سے افضل عمل اللہ کی محبت اور بغض میں فنا ہوجانا ہے"

حدیث بہت دقیق ہے نماز کے لئے امکان ہے کہ انسان اسکو اللہ کی محبت کے عنوان سے پیش کرے یا ممکن ہے نماز کو اپنے لئے جنت میں دلیل کے عنوان سے پیش کرے۔ روزہ کو ممکن ہے انسان اللہ کی محبت کے لئے مقدم کرے اور ممکن ہے اسکو اپنے لئے جہنم کی آگ سے سپر قرار دے لیکن اولیاء اللہ کی محبت اور اللہ کے دشمنوں سے برائت اللہ کی محبت کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے۔

محبت کا پہلا سرچشمہ

ہم اللہ کی محبت کے لئے کہاں سے سیراب ہوں؟ ہماری اس بحث میں یہ سوال بہت اہم ہے۔ جب ہم اللہ کی محبت کی قیمت سے متعارف ہوگئے تو ہمارے لئے اس چیز سے متعارف ہونا بھی ضروری ہے کہ ہم اس محبت کو کہاں سے اخذ کریں اور اسکا سرچشمہ و منبع کیا ہے؟

اس سوال کا مجمل جواب یہ ہے کہ اس محبت کا سرچشمہ ابتدا و انتہاء اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اس مجمل جواب کی تفصیل بیان کرنا

---

[1] بحارالانوار جلد ۷۴ ص ۳۹۹۔

[2] بحارالانوار جلد ۶۹ ص ۲۵۳۔

ضروری ہے اور تفصیل یہ ہے:

ا۔اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے

بیشک اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے، ان کو رزق دیتا ہے، ان کو کپڑا پہناتا ہے، ان کو بے انتہا مال و دولت عطا کرتا ہے، ان کو معاف کرتا ہے، ان کی توبہ قبول کرتا ہے، ان کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ان کو توفیق عطا کرتا ہے، ان کو اپنے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے، ان کو اپنی رعایا کا ولی بناتا ہے اور ان پر فضیلت دیتا ہے، ان سے برائی اور شر کو دور کرتا ہے یہ سب محبت کی نشانیاں ہیں۔

۲۔ان کو اپنی محبت والفت عطا کرتا ہے

اللہ کی بندوں کے لئے یہ محبت ہے کہ وہ ان (بندوں) سے محبت کرتا ہے اور ان کو اپنی محبت کا رزق عطا کرتا ہے۔محبت کا یہ حکم بڑا عجیب وغریب ہے بیشک محبت کا دینے والا وہ خدا ہے جو اپنے بندوں سے محبت سے ملاقات کرتا ہے ان کو جذبہ عطا کرتا ہے پھر اس جذبہ کے ذریعہ ان کو مجذوب کرتا ہے۔

ہم یہ مشاہدہ کر چکے ہیں کہ ماثورہ روایات اور دعاؤں میں اس مطلب کی طرف متعدد مرتبہ ارشارہ کیا گیا ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بارہویں مناجات میں فرماتے ہیں:

"اِلٰهِی فَاجْعَلْنَامِنَ الَّذِیْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُالشَّوْقِ اِلَیْكَ فِیْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَةُ مُحَبَّتِكَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ"

"خدایا!ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز وگداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کرلیا ہے"

ہم اس دعا کی پہلے شرح بیان کر چکے ہیں۔

چودھویں مناجات میں آیا ہے:

"اَسْاَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ عَلَیْنَاوَاقِیَةً تُنْجِیْنَامِنَ الْهَلَكَاتِ،وَتُجَنِّبُنَامِنَ الْآفَاتِ،وَتُكِنُّنَامِنْ دَوَاهِی الْمُصیبَاتِ، وَاَنْ تُنْزِلَ عَلَیْنَامِنْ سَکِیْنَتِكَ، وَاَنْ تُغَشِّیَ وُجُوهَنَابِاَنْوَارِمَحَبَّتِكَ، وَاَنْ تُؤْوِیَنَااِلٰی شَدِیْدِرُكْنِكَ،وَاَنْ تَحْوِیَنَافِی اَكْنَافِ عِصْمَتِكَ،بِرَأْفَتِكَ وَرَحْمَتِكَ یَااَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ"

"ہمارے لئے وہ تحفظ قرار دے دے جو ہمیں ہلاکتوں سے بچالے اور آفتوں سے محفوظ کر کے مصیبتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ہم پر اپنا سکون نازل کردے اور ہمارے چہروں پر اپنی محبت کی تابانیوں کا غلبہ کردے۔ہم کو اپنے مستحکم رکن کی پناہ میں لے لے اور ہم کو اپنی مہربانیوں کی عصمت کے زیر سایہ محفوظ بنادے"

پندرھویں مناجات (زاہدین) میں آیا ہے:

"اِلٰهِي فَزَهِّدْنا فيها وَ سَلِّمْنا فيها، وَ سَلِّمْنا مِنْها بِتَوْفيقِكَ وَ عِصْمَتِكَ، وَ انْزَعْ عَنّا جَلابيبَ مُخالَفَتِكَ، وَ تَوَلَّ اُمُورَنا بِحُسْنِ كِفايَتِكَ، وَ اَجْمِلْ صِلاتِنا مِنْ فَيْضِ مَواهِبِكَ، وَ اَغْرِسْ فِي اَفْئِدَتِنا اَشْجارَ مَحَبَّتِكَ وَ اَتْمِمْ لَنا اَنْوارَ مَعْرِفَتِكَ، وَ اَذِقْنا حَلاوَةَ عَفْوِكَ وَلَذَّةَ مَغْفِرَتِكَ، وَ اَقْرِرْ اَعْيُنَنا يَوْمَ لِقائِكَ بِرُؤْيَتِكَ، وَ اَخْرِجْ حُبَّ الدُّنْيا مِنْ قُلُوبِنا كَما فَعَلْتَ بِالصّالِحينَ مِنْ صَفْوَتِكَ، وَ الْاَبْرارِ مِنْ خاصَّتِكَ بِرَحْمَتِكَ يا اَرْحَمَ الرّاحِمينَ"

"خدایا ہم کو اس دنیا میں زہد عطا فرما اور اس کے شر سے محفوظ فرما اپنی توفیق اور عصمت کے ذریعہ ہم سے اپنی مخالفت کے لباس اتر وادے اور ہمارے امور کا تو ہی ذمہ دار بن کر ان کی بہترین کفایت فرما اپنی وسیع رحمت سے مزید عطا فرما اور اپنے بہترین عطایا سے ہمارے ساتھ اچھے برتاؤ کرنا اور ہمارے دلوں میں اشجار محبت بٹھادے اور ہمارے لئے انوار معرفت کو مکمل کردے اور ہمیں اپنی معافی کی حلاوت عطا فرما اور ہمیں مغفرت کی لذت سے آشنا بنادے ہماری آنکھوں کو روز قیامت اپنے دیدار سے ٹھنڈا کر دینا اور ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت نکال دینا جیسے تو نے اپنے نیک اور منتخب اور تمام مخلوقات میں نیک کردار لوگوں کے ساتھ سلوک کیا ہے اور اپنی رحمت کے سہارے اے ارحم الراحمین"

آخر میں ہم اس مطلب کی تکمیل کے لئے سید ابن طاووس کی نقل کی ہوئی روز عرفہ پڑھی جانے والی امام حسین علیہ السلام کی دعا نقل کر رہے ہیں:

"كيف يستدل عليك بما هو في وجوده مفتقر اليك اَيَكُونُ لِغَيْرِكَ مِنَ الظُّهُورِ ما لَيْسَ لَكَ حَتّىٰ يَكُونَ هُوَ الْمُظْهِرَ لَكَ مَتىٰ غِبْتَ حَتّىٰ تَحْتاجَ اِلىٰ دَليلٍ يَدُلُّ عَلَيْكَ وَ مَتىٰ بَعُدْتَ حَتّىٰ تَكُونَ الْآثارُ هِيَ الَّتي تُوصِلُ اِلَيْكَ عَمِيَتْ عَيْنٌ لا تَراكَ عَلَيْها رَقيباً وَ خَسِرَتْ صَفْقَةُ عَبْدٍ لَمْ تَجْعَلْ لَهُ مِنْ حُبِّكَ نَصيباً ... فَاهْدِني بِنُورِكَ اِلَيْكَ، وَ اَقِمْني بِصِدْقِ الْعُبُودِيَّةِ بَيْنَ يَدَيْكَ ... وَصُنّي بِسِتْرِكَ الْمَصُونِ ... وَاسْلُكْ بي مَسْلَكَ اَهْلِ الْجَذْبِ، اِلٰهي اَغْنِني بِتَدْبيرِكَ لي عَنْ تَدْبيري، وَ بِاخْتِيارِكَ عَنْ اِخْتِياري وَ اَوْقِفْني عَنْ مَراكِزِ اِضْطِراري ... اَنْتَ الَّذي اَشْرَقْتَ الْاَنْوارَ في قُلُوبِ اَوْلِيائِكَ حَتّىٰ عَرَفُوكَ وَ وَحَّدُوكَ۔ وَ اَنْتَ الَّذي اَزَلْتَ الْاَغْيارَ عَنْ قُلُوبِ اَحِبّائِكَ حَتّىٰ لَمْ يُحِبُّوا سِواكَ وَ لَمْ يَلْجَؤُا اِلىٰ غَيْرِكَ اَنْتَ الْمُونِسُ لَهُمْ حَيْثُ اَوْحَشَتْهُمُ الْعَوالِمُ وَاَنْتَ الَّذي هَدَيْتَهُمْ حَيْثُ اِسْتَبانَتْ لَهُمُ الْمَعالِمُ۔ ما ذا وَجَدَ مَنْ فَقَدَكَ؟ وَ مَا الَّذي فَقَدَ مَنْ وَجَدَكَ؟ لَقَدْ خابَ مَنْ رَضِيَ دُونَكَ بَدَلاً، وَ لَقَدْ خَسِرَ مَنْ بَغىٰ عَنْكَ مُتَحَوِّلاً كَيْفَ يُرْجىٰ سِواكَ وَ اَنْتَ ما قَطَعْتَ الْاِحْسانَ؟ وَ كَيْفَ يُطْلَبُ مِنْ غَيْرِكَ وَ اَنْتَ ما بَدَّلْتَ عادَةَ الْاِمْتِنانِ؟ يا مَنْ اَذاقَ اَحِبّائَهُ حَلاوَةَ الْمُوانَسَةِ فَقامُوا بَيْنَ يَدَيْهِ مُتَمَلِّقينَ وَ يا مَنْ اَلْبَسَ

اَوْلِیَائَہُ مَلْبَسَ ھَیْبَتِہٖ فَقَامُوْا بَیْنَ یَدَیْہِ مُسْتَغْفِرِیْنَ۔۔۔ اِلٰھِیْ اَطْلُبْنِیْ بِرَحْمَتِكَ حَتّٰی اَصِلَ اِلَیْكَ، وَ اجْذُبْنِیْ بِمَنِّكَ حَتّٰی اُقْبِلَ عَلَیْكَ،“[1]

”میں ان چیزوں کوکس طرح راہنما بناؤں جوخود ہی اپنے جود میں تیری محتاج ہیں کیا تیرے کسی شئ کو تجھ سے بھی زیادہ ظہور حاصل ہے کہ وہ دلیل بن کر تجھ کو ظاہر کر سکے تو کب ہم سے غائب رہا ہے کہ تیرے لئے کسی دلیل اور راہنمائی کی ضرورت ہو، اور کب ہم سے دور رہا ہے کہ آثار تیری بارگاہ تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں وہ آنکھیں اندھی ہیں جو تجھے اپنا نگراں نہیں سمجھ رہی ہیں اور وہ بندہ اپنے معاملاتِ حیات میں سخت خسارہ میں ہے جسے تیری محبت کا کوئی حصہ نہیں ملا۔۔۔تو اپنی طرف اپنے نور سے میری ہدایت فرما، اور مجھ کو اپنی سچی بندگی کے ساتھ اپنی بارگاہ میں حاضری کی سعادت کرامت فرما۔۔۔اور اپنے محفوظ پردوں سے میری حفاظت فرما۔۔۔ اور جذب وکشش رکھنے والوں کے مسلک پر چلنے کی توفیق عطا فرما اپنی تدبیر کے ذریعہ مجھے میری تدبیر سے بے نیاز کردے اور اپنے اختیار کے ذریعہ میرے اختیار اور انتخاب سے مستغنی بنادے اور اضطرار واضطراب کے مواقع کی اطلاع اور آگاہی عطا فرما۔۔۔تو ہی وہ ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں انوار الوہیت کی روشنی پیدا کر دی تو وہ تجھے پہچان گئے اور تیری وحدانیت کا اقرار کرنے لگے اور تو ہی وہ ہے جس نے اپنے محبوں کے دلوں سے اغیار کو نکال کر باہر کر دیا تو اب تیرے علاوہ کسی کے چاہنے والے نہیں ہیں، اور کسی کی پناہ نہیں مانگتے تو نے اس وقت ان کا سامان فراہم کیا جب سارے عالم سبب وحشت بنے ہوئے تھے اور تو نے ان کی اس طرح ہدایت کی کہ سارے راستے روشن ہو گئے پروردگار جس نے تجھ کو کھو دیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھ کو پالیا اس نے کیا کھویا؟ جو تیرے بدل پر راضی ہو گیا وہ نامراد ہو گیا، اور جس نے تجھ سے روگردانی کی وہ گھاٹے میں رہا، تیرے علاوہ غیر سے امید کیوں کی جائے جبکہ تو نے احسان کا سلسلہ روکا نہیں اور تیرے علاوہ دوسرے سے مانگا ہی کیوں جائے جبکہ تیرے فضل وکرم کی عادت میں فرق نہیں آیا ہے وہ پروردگار جس نے اپنے دوستوں کو انس ومحبت کی حلاوت کا مزہ چکھا دیا ہے تو اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے اولیاء کو ہیبت کا لباس پہنا دیا ہے تو اس کے سامنے استغفار کرنے کے لئے استادہ ہیں۔۔۔میرے معبود مجھ کو اپنی رحمت سے طلب کر لے تا کہ میں تیری بارگاہ تک پہونچ جاؤں اور مجھے اپنے احسان کے سہارے اپنی طرف کھینچ لے تا کہ میں تیری طرف متوجہ ہو جاؤں“

۳۔ بندوں سے خداوند عالم کا اظہار دوستی

خداوند عالم اپنے بندوں سے دوستی کا اظہار کرتا ہے اور بندوں کو اپنی ذات سے محبت کرانے کے لئے نعمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے بیشک پروردگار عالم دلوں پر نعمت اس لئے نازل کرتا ہے کہ خداوند عالم نے جن پر نعمت نازل کی ہے وہ اللہ کو دوست رکھیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دعائے سحر میں آیا ہے:

”تَتَحَبَّبُ اِلَیْنَا بِالنِّعَمِ وَنُعَارِضُكَ بِالذُّنُوْبِ خَیْرُكَ اِلَیْنَا نَازِلٌ وَشَرُّنَا اِلَیْكَ صَاعِدٌ وَلَمْ یَزَلْ

[1] بحار الانوار ج۹۸ ص۲۲۶۔

وَلَایَزَالُ مَلَكٌ كَرِيْمٌ يَأْتِيْكَ عَنَّابِعَمَلٍ قَبِيْحٍ فَلَا يَمْنَعُكَ ذٰلِكَ مِنْ اَنْ تَحُوْطَنَابِرَحْمَتِكَ وَتَتَفَضَّلَ عَلَيْنَابِآلَائِكَ فَسُبْحَانَكَ مَااَحْلَمَكَ وَاَعْظَمَكَ وَاَكْرَمَكَ مُبْدِئاًوَمُعِيْداً۔"[1]

"تو نعمتیں دے کر ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم گناہ کر کے اس کا مقابلہ کرتے ہیں تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہا ہے اور ہما را شر برابر تیری طرف جارہاہے فرشتہ برابر تیری بارگاہ میں ہماری بداعمالیوں کا دفتر لے کر حاضر ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود تیری نعمتوں میں کمی نہیں اتی اور تو برابر فضل و کرم کر رہا ہے تو پاک پا کیزہ ہے تو تجھ جیسا حلیم عظیم اور کریم کون ہے ابتدا اور انتہا میں تیرے نام پا کیزہ ہیں"

اللہ کا اپنے بندے پر نعمت فضل، بھلائی عفو اور ستر (عیب پوشی) نازل کرنے اور بندہ کی طرف سے اللہ کی طرف سے جو برائی اور شر صعود کرتا ہے ان دونوں کے درمیان مقائسہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بندہ اپنے مولا سے شرمندہ ہے، وہ اللہ کی طرف سے اس محبت اور دوستی کا روگردانی اور دشمنی کے ذریعہ جواب دیتا ہے۔

انسان کتنا شقی اور بدبخت ہے کہ اللہ کی محبت اور دوستی کا جواب ردگردانی اور دشمنی سے دیتا ہے۔

امام زمانہ حضرت حجۃ علیہ السلام کے دعاءافتتاح میں ان کلمات کے سلسلہ میں غور وفکر کریں

"اِنَّكَ تَدْعُوْنِیْ فَاُوَلِّیْ عَنْكَ وَتَتَحَبَّبُ اِلَیَّ فَاَتَبَغَّضُ اِلَيْكَ، وَتَتَوَدَّدُاِلَیَّ فَلاَاَقْبَلُ مِنْكَ، كَاَنَّ لِیَ التَّطَوُّلَ عَلَيْكَ، فَلَمْ يَمْنَعُكَ ذٰلِكَ مِنَ الرَّحْمَةِلِی وَ الاِحْسَانِ اِلَیَّ وَالتُّفَضُّلِ عَلَیَّ۔"[2]

"اے پروردگار بیشک تو نے مجھ کو دعوت دی اور میں نے تجھ سے روگردانی کی اور تو نے محبت کی اور میں نے تجھ سے بغض و عناد رکھا اور تو میرے ساتھ دوستی کرتا ہے تو میں اس کو قبول نہیں کرتا ہوں گویا کہ میرا تیرے اوپر حق ہے اور اس کے باوجود اس نے تجھ کو میرے اوپر احسان کرنے اور فضل کرنے سے نہیں روکا"

"خيرك الينانازل و شَرُّنَااِلَيْكَ صَاعِدٌ۔"[3]

"تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہا ہے اور ہمارا شر برابر تیری طرف جارہاہے"

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں دعاؤں کے مصادر

ہمارے پاس ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں مناجات اور دعاؤں کا صاف شفاّف اور طیب و طاہر دولت کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

---

[1] بحارالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۵۔

[2] مفاتیح الجنان دعائے افتتاح۔

[3] بحارالانوار جلد ۱۸ صفحہ ۸۵۔

اصحاب ائمہ علیہم السلام اور تدوین حدیث کا اہتمام

ائمہ علیہم السلام اپنے اصحاب سے دعاؤں کے سلسلہ میں جو کچھ وصیت فرماتے تھے تو وہ ان کو لکھنے کے بڑے پابند تھے۔[1]

سید رضی الدین علی بن طاؤس نے کتاب مہج الدعوات میں امام موسیٰ بن جعفر سے منسوب دعائے جوشن صغیر کو نقل کرتے وقت یہ تحریر کیا ہے کہ امام کاظم علیہ السلام کے صحابی ابو وصاح محمد بن عبداللہ بن زید النھشلی نے اپنے والد بزرگوار عبداللہ بن زید سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زید کا کہنا ہے کہ ابوالحسن کاظم کے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی ایک خاص جماعت تھی جو مجلس میں اپنے ساتھ غلاف میں بڑی نرم و نازک آبنوس کی تختیاں لیکر حاضر ہوا کرتے تھے جب بھی آپ اپنی زبان اقدس سے کوئی کلمہ ادا فرماتے تھے یا کوئی فتویٰ صادر فرماتے تھے تو وہ قوم جو کچھ سنا کرتی تھی اس کو لکھ لیا کرتی تھی۔ اسی بنیاد پر عبداللہ نے کہا کہ ہم نے آپ کو دعا میں یہ فرماتے سنا ہے اور اس سلسلہ میں مشہور و معروف دعا "جوشن صغیر" موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے ذکر فرمائی ہے۔

حدیث کے سلسلہ میں چارسو اصول

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب نے آپ کی احادیث کی تدوین چارسو کتابوں میں کی ہے جو اصول اربعمأت کے نام سے مشہور ہوئیں۔ شیخ امین الاسلام طبرسی (متوفی ۵۴۸ ھ) نے اعلام الوریٰ میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کے چار ہزار اہل علم شاگرد مشہور تھے اور آپ نے ان کے جوابات میں مسائل کے سلسلہ میں چارسو کتابیں تحریر کیں جن کو اصول اربع مأۃ کہا جاتا ہے اور اصحاب اصول کا طریقۂ کار ائمہ علیہم السلام سے سنی جانے والی تمام چیزوں کو لکھنا اور تدوین کرنا تھا۔

شیخ بہائی کتاب الشمسین میں تحریر کرتے ہیں: "ہمارے بزرگان سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ اصحاب اصول کی یہ عادت تھی کہ وہ جب بھی کسی امام سے کوئی حدیث سنتے تھے تو وہ اس حدیث کو اپنے اصول میں درج کرنے کے لئے سبقت کرتے تھے کہ ہم کہیں دنوں کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اس پوری حدیث یا بعض حصہ کو فراموش نہ کردیں" اس لئے یہ اصول اصحاب کی طرف سے موردوثوق تھے جب وہ ان سے کوئی روایت نقل کرتے تھے تو اس کے صحیح ہونے کا حکم لگاتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے۔

جناب محقق داماد اصول اربعمأت نقل کرنے کے بعد انتیسویں نمبر پر ذکر کرتے ہیں: یہ بات جان لینی چاہئے کہ معتمد اصول مصححہ کو اخذ کرنا روایت کو صحیح قرار دینے کا ایک رکن ہے"۔

ائمہ علیہم السلام کے اصحاب کی بڑی تعداد نے اصول کی کتابت کے سلسلہ میں کہا ہے کہ ان اصول کا پورا کرنا اور ان اصول سے مکمل طور پر استفادہ کرنا ممکن نہیں ہے جناب شیخ طوسی اپنی کتاب فہرست کی ابتدا میں تحریر فرماتے ہیں:

ہم ان اصول کے مکمل ہونے کی ضمانت نہیں لے سکتے چونکہ ہمارے اصحاب کی تصانیف اور ان کے اصول اکثر شہروں میں منتشر ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر ضبط نہ ہو سکے لیکن ہاں کتاب الذریعہ میں آقائے بزرگ طہرانی کے قول کے مطابق ان کی تعداد چار

---

[1] مہج الدعوات مؤلف سید رضی الدین علی بن طاؤس۔

سو سے کم نہیں ہے۔

محقق داماد اپنے مذکورہ تلخیص نمبر میں تحریر کرتے ہیں: یہ مشہور ہے کہ اصول اربعمأت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شا گردوں کے ذریعہ تحریر کئے گئے ہیں جبکہ ان کے جلسوں میں شریک ہونے اور ان سے روایت نقل کرنے والے راویوں کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے اور ان کی کتابیں اور تصنیفات بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے قابل اعتماد یہی چار سو اصول ہیں

میراث اہل بیت علیہم السلام اور طغرل بیگ کی آتش زنی

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں سے یہ اصول متعدد طائفوں کے پاس تھے ان ہی میں سے دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں جو کتا بوں کے اس مخزن کے جلنے کی وجہ سے تلف ہوگئیں تھیں جس کو وزیر ابونصر سابور بن اردشیر (شیعہ وزیر جس کو بہاء الدولہ نے وزارت دی تھی) نے وقف کیا تھا یہ اس دور میں کتابوں کا سب سے بڑا مخزن شمار کیا جاتا تھا۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۳۴۲ پر مادہ بین سورین میں کہا ہے کہ: بیشک بین السورین کرخ بغداد میں آبادی کے لحاظ سے سب سے اچھا محلہ تھا"اس میں کتابوں کا مخزن تھا جس کو ابونصر سابور بن اردشیر وزیر کو بہاء الدولہ بویہی کے وزیر نے وقف کیا تھا، دنیا میں اس سے اچھی کتابیں کہیں نہیں تھیں تمام کتابیں معتبر ائمہ اور ان کے محرز اصول کے تحت تحریر کی گئی تھیں جب محلہ کرخ کو جلایا گیا تو اس میں یہ تمام کتابیں جل کر راکھ ہوگئیں اور انھیں کتابوں میں جن کو طغرل بیگ نے جلایا اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں۔

محقق ،طہرانی کتاب یاقوت میں ،حموی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:"ہم کو اس بات کا گمان ہے کہ بغداد کے محلہ کرخ میں شیعوں کے لئے وقف کی گئی اس لائبریری کی کچھ کتابیں وہی دعائی اصول ہیں جن کو ائمہ کے قدیم اصحاب نے ائمہ سے نقل کیا ہے اور بزرگان رجال نے ان سے ہر ایک کی سوانح عمری میں صاف صاف کہا ہے کہ یہ کتابیں انھیں کی ہیں اس کو کتاب ادعیہ بھی کہا ہے نیز اس کتاب کے اس کے مؤلف سے نقل کرنے کی روش کو بھی ذکر کیا ہے"[1]

اہل بیت علیہم السلام کی محفوظ رہ جانے والی میراث

ان اصول کی کچھ کتابیں شیخ الطائفہ، شیخ ابوجعفر طوسی کی کتاب"التہذیب"اور الاستبصار مؤلف کے پاس تھیں۔اس وقت بغداد میں امھات اصول کے نام سے بھرے ہوئے دو کتاب خانہ تھے ان میں سے ایک کتابخانہ سابور تھا جس کے بانی شیعہ علماء تھے جو بغداد میں کرخ کی طرف بنایا گیا تھا اور دوسرا کتابخانہ ان کے استاد محترم شریف مرتضیٰ کا تھا جس میں اسّی ہزار کتابیں تھیں وہ کتابیں ابن ادریس حلی کے زمانہ تک باقی رہیں جن میں سے"مستطر فات السرائر" کا استخراج کیا گیا۔

دعاؤں کے کچھ مصادر کا تلف ہونے سے محفوظ رہنا

محقق بزرگ طہرانی کتاب الذریعہ میں تحریر کرتے ہیں: منجملہ دعائی اصول جو شاپور کتاب خانہ میں یا خاص عناوین کے

[1] الذریعہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۴۔

تحت موجود تھے یاقوت حموی کی تشریح کے مطابق سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے لیکن ان میں سے جو کچھ شخصی طور پر دوسروں کے پاس موجود تھے، وہ محفوظ رہ گئے ادعیہ، اذکار اور زیارتوں کے مطالب ہم تک اسی طرح پہنچے ہیں جس طرح ان اصول میں مندرج تھے چونکہ کتاب خانہ کے جلائے جانے سے چند سال پہلے متعدد علماء اعلام نے ادعیہ، اعمال اور زیارتوں کی کتابیں تالیف کی تھیں اور جو کچھ ان کتابوں میں دعاؤں کے اصول موجود تھے ان کو اخذ کر لیا تھا۔

ان اصول سے تالیف کی گئیں کتابیں کتاب خانہ کے جلائے جانے سے پہلے اسی طرح موجود تھیں اور آج بھی موجود ہیں، جیسے کتاب دعا مولف شیخ کلینیؒ متوفی ۳۲۹ ھ ق۔ کتاب کامل الزیارات۔ مولف قولویہ متوفی ۳۶۰ ھ ق، کتاب الدعا والمز ار مولف شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ ھ، کتاب المز ار مولف شیخ مفید متوفی ۴۱۲ ءق اور کتاب روضۃ العابدین مولف کراجکی متوفی ۴۴۹ ھ ق۔

کتاب مصباح المتہجد کے ذریعہ محفوظ رہنے والی دعائیں

وہ دعائیہ مصادر جو ان قدیمی اصول سے اخذ کئے گئے ہیں ان میں سے کتاب مصباح المتہجد ہے جو شیخ الطائفہ طوسیؒ متوفی ۴۶۰ ھ ق) کی تالیف ہے آپ نے ۴۰۸ ھ ق میں عراق آنے کے بعد ان قدیم اصول کو اخذ کیا جو کتابخانہ شاہ پور اور کتاب خانہ شریف مرتضی کے ماتحت موجود تھے آپ نے احادیث احکام کے سلسلہ میں تہذیب الاحکام اور استبصار تالیف کی اور دعا و اعمال کے متعلق مصباح المتہجد نام کی کتاب تحریر کی ہے اور اس میں ان ہی مقدار میں ان اصول کو تحریر کیا ہے جن کو عبّاد متہجدین سے آسانی سے اخذ کر سکیں۔

سید ابن طاؤوس تک پہنچنے والے دعاؤں کے کچھ مصادر

دعاؤں کے کچھ وہ مصادر جو ساتویں ہجری تک کرخ میں شاپور کتاب خانہ کے جل جانے سے بچ گئے اور وہ سید رضی الدین ابن طاؤوس متوفی ۶۶۴ ھ ق کے ہاتھوں میں آئے۔

وہ اپنی کتاب کشف المحجہ جس کو اپنے فرزند کیلئے تالیف کیا تھا اسکی بیالیسویں فصل میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: خداوند بزرگ وتعالٰی نے میرے سامنے تمہارے لئے متعدد کتابیں لکھنے کا موقع فراہم کیا۔۔۔ اور اللہ نے میرے لئے "دعوات" کی ساٹھ جلدوں سے زیادہ جلدیں لکھنے کا موقع فراہم کیا۔ [1]

جب سید ابن طاؤوس نے کتاب مہج الدعوات تحریر کی تو آپ کے پاس دعاؤں کی ستّر سے زیادہ کتابیں موجود تھیں۔

آپ کتابِ مہج الدعوات کے آخر میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: یہ میری زندگی کی آخری کتاب ہے۔۔۔

سید ابن طاؤوس اپنی زندگی کی آخری کتاب الیقین میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کی اس آخری کتاب کو اس

---

[1] کشف المحجہ ثمرۃ المھجہ مولف ابن طاؤوس۔

وقت تحریر کیا ہے جب میرے پاس دعاؤں کی ستر سے زیادہ کتابیں موجود تھیں۔[1]

سید ابن طاؤوس کے پاس حدیث اور دعا کے پندرہ سو مصادر

جب سید نے دعا کے سلسلہ میں اپنی بڑی کتاب "اقبال" تحریر کی تو شہید کے اپنے مجموعہ میں جبعی کے نقل کے مطابق ان کے پاس ان کی اپنی پندرہ سو کتابیں موجود تھیں اور یہ ۶۵۰ ھ ق کی بات ہے جب سید رضی الدین ابن طاؤوس کتاب اقبال لکھ کر فارغ ہوئے۔

شہید تحریر کرتے ہیں ۶۵۰ ھ ق میں آپ کی ملکیت میں چھ سو پچاس کتابیں تھیں۔[2]

سید ابن طاؤوس کی ادعیہ اور اذکار کے سلسلہ میں پندرہ کتابیں

سید ابن طاوس اپنی کتاب "فلاح السائل" میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے جب دعاؤں کے سلسلہ میں اپنے جد شیخ ابوجعفر طوسی کی کتاب "المصباح الکبیر" پڑھی تو ہم کو اس میں بہت سے اہم مطالب نظر آئے جن کو شیخ طوسی نے اپنی کتاب میں ملحق نہیں فرمایا تھا لہٰذا ہم نے کتاب "المصباح الکبیر" پر پندرہ جلدوں میں "تتمات مصباح المتہجد ومھمات فی صلاح المتعبد" نامی کتاب مستدرک تحریر کی ہے۔ وہ کتاب فلاح السائل کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں:

ہم نے اللہ کی مدد سے چند جلد کتابیں مرتب و منظم کی ہیں جن کو اہم اور تتمہ کے عنوان سے شمار کیا جاتا ہے۔

پہلی جلد: جس کا نام "فلاح السائل" ہے جو رات اور دن کے اعمال کے سلسلہ میں ہے اور اس کی دو جلدیں ہیں۔

تیسری جلد: اس کتاب کا نام "زھرۃ الربیع فی ادعیۃ الاسابیع"۔

چوتھی جلد: اس کتاب کا نام جمال الاسبوع بکمال العمل المشروع"۔

پانچویں جلد: اس کتاب کا نام "الدروع الواقیۃ من الاخطار"۔

چھٹی جلد: اس کتاب کا نام "المضمار للسباق واللحاق"۔

ساتویں جلد: اس کتاب کا نام "السالك المحتاج الی معرفۃ مناسك الحجاج"۔

آٹھویں اور نویں جلد: ان دونوں کتابوں کا نام "الاقبال بالاعمال الحسنۃ فیما نذکرہ مما یعمل میقاتا واحداً کل سنۃ"۔

دسویں جلد: اس کتاب کا نام السعادات بالعبادات التی لیس لھا وقت محتوم ومعلوم فی الروایات بل وقتھا بحسب الحادثات المقتضیۃ والادوات المتعلقۃ بھا

جب ہم اللہ کے فضل و کرم سے ان کتابوں کو لکھ کر فارغ ہوئے تو ہم کو محسوس ہوا کہ ہم سے پہلے اس طرح کے علوم سے پرُ

---

[1] الذریعہ جلد ۲ ص ۲۶۵۔

[2] الذریعہ جلد ۲ ص ۲۶۴۔۲۶۵۔

کتابیں کسی نے نہیں لکھیں اور یہ انسان کی ضروریات میں سے ہے کہ انسان مرنے سے پہلے جزا کے طور پر اپنی عبادات کو قبول کرانے اور قیامت میں سرخرو ہونے کی استعداد کا ارادہ رکھتا ہے:

پہلا حصہ: "فلاح السائل ونجاح السائل فی عمل یوم ولیلۃ"۔

دوسرا حصہ: "زھرۃ الربیع فی ادعیۃ الاسابیع"۔

تیسرا حصہ: کتاب الرجوع فی زیارات وزیادات صلوات ودعوات الاسبوع فی اللیل والنھار۔

چوتھا حصہ: "الاقبال" وہ اعمال حسنہ جن کو انسان ہر سال میں ایک مرتبہ انجام دیتا ہے۔

پانچواں حصہ: "اسرار الصلوات وانوار الدعوات" اگر پروردگار نے مجھے اس کی تالیف کی مہلت دی تو میں اس کو پوری زندگی میں محفوظ رکھوں گا مگر یہ کہ خداوند عالم ایسے شخص کو اذن دے جس کو میری وفات سے قبل اس میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہو"[1]

سید ابن طاووس سے متأخر دعاؤں کے مصادر

آقا بزرگ محقق تہرانی تحریر کرتے ہیں: پھر علماء نے سید بن طاووس کی مدون کتابوں میں ان ادعیہ واذکار کا اضافہ کیا جو ائمہ علیہم السلام سے منسوب تھے اور جو پرانی دعاؤں کی کتابوں میں درج تھے اور وہ کتابیں سید ابن طاووس کے پاس موجود نہیں تھیں اور وہ جلنے، غرق ہونے، زمیں بوس ہونے اور دیمک کے کھانے سے محفوظ رہ گئیں تھیں یہاں تک کہ وہ ہم تک پہونچیں، تو ہم نے ان دعاؤں کو ان کی دعا کی کتابوں میں درج کر دیا۔

ان افراد میں سے شیخ سعید محمد بن مکی ہیں جو ۷۸۶ ھ میں شہید ہوئے؛

شیخ جمال السالکین موجودہ کتاب "المزار" کے مؤلف ہیں،

ابو العباس احمد بن فہد حلی مؤلف کتاب "عدۃ الداعی" اور کتاب "التحصین فی صفات العارفین" متوفی ۸۴۱ ھ۔

شیخ تقی الدین ابراہیم الکفعمی متوفی ۹۰۵ ھ، انھوں نے کتاب "جنۃ الامان الواقیۃ"، "بلد الامین"، محاسبۃ النفس اور ائمہ علیہم السلام سے دوسری تمام ماثورہ دعائیں اور اذکار تحریر کئے ہیں انھوں کتاب "الجنۃ" کے شروع میں یہ تحریر کیا ہے کہ یہ کتاب معتمد اور صحیح السند کتابوں سے اخذ شدہ مطالب سے تحریر کی گئی ہے اور کتاب "الجنۃ" اور "البلد" کے دوسو سے زیادہ مصادر شمار کئے ہیں اور ان میں اصل متن کتاب کو بھی نقل کیا ہے اور ان میں اکثر دعاؤں کی قدیم کتابیں ہیں:

جیسے کتاب "روضۃ العابدین" مؤلف کراجکی، متوفی ۴۴۹ ھ۔

کتاب "مفتاح الفلاح مؤلف شیخ بہائی متوفی ۱۰۳۱ ھ۔

کتاب "خلاصۃ الاذکار مؤلف محدث فیض کاشانی متوفی ۱۰۹۱ ھ۔

---

[1] فلاح السائل صفحہ/ ۷۔۹ طبع ۱۳۷۲ ھ شمسی۔

اور علامہ مجلسی متوفیٰ ۱۱۱۱ئھ۔انھوں نے عربی زبان میں بحارالانوار تحریر کی ہے اور"زادالمعاد"،"تحفۃ الزائر"،مقباح المصابیح "،ربیع الاسابیع"اور مفاتح الغیب" فارسی زبان میں تحریر کی ہیں۔[۱]

دعااور قضاوقدر

دعااور قضاء وقدر خداوند عالم نے ہر چیز کے لئے قضاوقدر قرار دیا ہے اور انسان ان دونوں سے کسی صورت میں نہیں بچ سکتا ہے وہ خداوند عالم کا حتمی ویقینی ارادہ ہے تو دعا کے موقع پر انسان کیا کرے؟

کیا جس چیز سے مشیت الٰہی اور اس کا علم یقینی طور پر متعلق ہوگیا ہو کیا دعا اس کو بدل سکتی ہے؟

اور جب دعا میں اتنا اثر ہے کہ وہ قضاوقدر الٰہی میں ردو بدل کرسکتی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب کے لئے قضاوقدر کی بحث کا چھیڑنا لازم وضروری ہے۔۔۔اگر چہ ہم اس بحث کو چھیڑنے سے دعا کی بحث سے دور ہوکر فلسفہ کی بحث میں داخل ہوجائیں گے لہٰذا ہم اپنی ضرورت کے مطابق اس سوال سے متعلق بحث کو مختصر طور پر بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

تاریخ اور کائنات میں قانون علیت

تاریخ اور کائنات کی حرکت کے مطابق یقینی اور عام طور پر بغیر کسی استثناء کے قانون علیت جاری وساری ہے۔

"لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ"[۲]

"بیشک آسمان وزمین کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھوں میں ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے"

"اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ"[۳]

"اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے"

"اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ"[۴]

"بیشک تمہارا پروردگار جو بھی چاہے کرسکتا ہے"

"اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ"[۵]

"ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہوجا پھر وہ ہوجاتی ہے"

---

[۱] الذریعہ الیٰ تصانیف الشیعہ جلد ۸ /۱۷۹۔۱۸۰۔

[۲] سورۂ شوریٰ آیت/ ۴۹۔

[۳] سورۂ حج آیت/ ۱۴۔

[۴] سورۂ ھود آیت/ ۱۰۷۔

[۵] سورۂ نحل آیت/ ۴۰۔

"وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ "[1]
"خدا چاہے تو ان کی سماعت وبصارت کو بھی ختم کرسکتا ہے"
"وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ "[2]
"اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کرلیتا ہے"
"يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ "[3]
"وہ جسے چاہتا ہے رزق بے حساب عطا کردیتا ہے"
"وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ "[4]
"اوراللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیدیتا ہے"
"قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿26﴾ "[5]
"پیغمبرآپ کہہ دیجئے کہ خداتو صاحب اقتدار ہے جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سلب کرلیتا ہے ۔جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اورجس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے اورتو ہی ہرشئ پرقادرہے"
"اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّھَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ "[6]
"وہ چاہے توسب کواٹھالے جائے اوردوسرے لوگوں کولے آئے"

یہ آیات اوران آیات کے مانند آیات قرآن کریم میں بہت زیادہ موجود ہیں اوران آیات سے یہ صاف طور پرواضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کائنات پرسلطان مطلق ہے اس کی کوئی حدوحدود نہیں ہے اس کوکوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی اورنہ کوئی چیز اس کے لئے مانع ہوسکتی ہے۔

وہ ہرچیز پرقادر ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ جو بھی چاہے کرسکتا ہے،اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا اوراُن سے سوال کیا جائیگا اوراس کوکوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی ہے۔

یہودیوں کا یہ نظریہ ہے کہ خداوندعالم کاارادہ اس عام نظام علیت کامحکوم ہے جوکائنات اورتاریخ پرحکم کرتا ہے،اورخداوندعالم

---

[1] سورۂ بقرہ آیت/ ۲۰۔
[2] سورۂ بقرہ آیت/ ۱۰۵۔
[3] سورۂ آل عمران آیت/ ۳۷۔
[4] سورۂ بقرہ آیت/ ۲۴۷۔
[5] سورۂ آل عمران آیت/ ۲۶۔
[6] سورۂ نساء آیت/ ۱۳۳۔

(یہودیوں کی نظر میں) کائنات اور تاریخ کو خلق کرنے کے بعد ان پر بادشاہت نہیں رکھتا ہے۔

قرآن کریم اس بارے میں فرماتا ہے:

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ" [1]

"اور یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جبکہ اصل میں انھیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں"

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس بارے میں قرآن کریم صاف طور پر بیان کر رہا ہے اور یہودیوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا باطل ہونا خود بخود ظاہر ہے۔

خداوند عالم کے ارادہ کا قانون علیت سے رابطہ

ہم اس قدرت اور حکومت کی روشنی میں جس کو قرآن کریم نے الٰہی ارادہ کے تحت کائنات، تاریخ اور معاشرہ میں مقرر کیا ہے تو فطری طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ قانون علیت سے خدا کا کیا رابطہ ہے؟

کیا یہ تعطیل ہے؟ یعنی الٰہی ارادہ قانون علیت کو معطل کر دیتا ہے جب خداوند عالم اس کا ارادہ کرنا چاہے۔

اس کا جواب بغیر کسی شک وشبہ کے نفی میں ہے۔

اللہ نے علت کو خلق کیا ہے اور اس کے علاوہ کسی نے علت کی تخلیق نہیں کی ہے، علت کا خلق کرنا علیت کو بالضرورہ خلق کرنے کے برابر ہے۔ جس طرح اس نے آگ کو پیدا کیا اسی طرح اس میں حرارت کو بھی پیدا کیا اور آگ کو حرارت کے بغیر پیدا کرنا زوج کو زوجیت [2] کے بغیر پیدا کرنے کے مانند ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ آگ کو اس کے بغیر پیدا کرے کہ وہ حرارت کے لئے علت ہو ہاں وہ آگ کے علاوہ اس کو ایسی چیز میں تو تبدیل کر سکتا ہے جو آگ کے مشابہ ہے۔ پس اس قول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کائنات اور تاریخ پر ارادۂ الٰہیہ کے حاکم ہونے سے قانون علیت کا معطل ہو جانا ہے۔

پس ارادۂ الٰہیہ اور قانون علیت میں کیا رابطہ ہے؟

ارادۂ الٰہیہ قانون علیت پر بنفس نفیس قانون کی طرح حاکم ہے

قرآن کریم نے اس علاقہ ورابطہ کی متعدد مقامات پر وضاحت کی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے اور اسے اس قانون پر خود اس قانون کے بالکل اپنی جگہ پر باقی رہتے ہوئے مطلق تسلط حاصل ہے قرآن اللہ کے ارادہ کو معطل نہیں کرتا جیسا یہودیوں نے کہا ہے اور نہ نظام علت کو معطل کرتا ہے جیسا کہ اشاعرہ نے کہا ہے بلکہ یہ تو اس کائنات اور اس قانون پر اللہ کی حاکمیت کو

---

[1] سورۂ مائدہ آیت/ ۶۴۔

[2] اس میں بہت کم فرق ہے پہلا وجود کے لئے ضروری ہے اور دوسرا ماہیت کے لئے لازم ہے۔

مقرر کرتا ہے جب وہ کسی قوم پر نعمت نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس قوم پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت کے لئے رواں دواں کرتا ہے :

"وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ" [۱]

"اور وہی وہ ہے جس نے ہواؤں کو رحمت کی بشارت کے لئے رواں کر دیا ہے"

"اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا" [۲]

"اللہ وہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا تو وہ بادلوں کو منتشر کرتی ہیں"

"وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً" [۳]

"اور ہم نے ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والا بنا کر چلایا ہے پھر آسمان سے پانی برسایا ہے"

پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کو بھیج کر آسمان سے پانی برساتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو اپنی رحمت کی بشارت دینا چاہتا ہے تو وہ اس پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت دینے کے لئے رواں کرتا ہے تا کہ وہ بادلوں کو لیجائیں اور ان پر آسمان سے پانی برسائے تا کہ ان کی زمین ہری بھری ہو جائے جس میں اللہ نے اپنی رحمت ودیعت کی ہے۔

اللہ جس پر اپنی نعمتیں نازل کرنا چاہتا ہے اپنی نعمت کے ان ہی اسباب کے ذریعہ نعمتیں نازل کرتا ہے جس طرح وہ جب کسی قوم سے اس کے برے عمل کی وجہ سے انتقام لینا چاہتا ہے عذاب کے اسباب کے ذریعہ انتقام لیتا ہے خداوند عالم آل فرعون کی تنبیہ کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ" [۴]

"اور ہم نے آل فرعون کو قحط اور ثمرات کی کمی کی گرفت میں لے لیا کہ وہ شاید اسی طرح نصیحت حاصل کر سکیں"

آل فرعون کے عذاب اور ان کی تنبیہ کا اختتام قحط اور خشک سالی پر ہوا اور "سنون" "سنۃ" کی جمع ہے جس کا مطلب قحط اور خشک سالی ہے۔

جب خداوند عالم کسی قوم پر نعمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب نعمت کے ذریعہ اس پر نعمت نازل کرتا ہے اور اسباب نعمت سے ہوا اور بادل ہیں۔ جب کسی قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب عذاب کے ذریعہ اس پر عذاب نازل کرتا ہے اور اسباب عذاب میں سے قحط اور بہت کم بارش ہونا ہے۔

---

[۱] سورۂ فرقان آیت/ ۴۸۔

[۲] سورۂ فاطر آیت/ ۹۔

[۳] سورۂ حجر آیت/ ۲۲۔

[۴] سورۂ اعراف آیت/ ۱۳۰۔

قانون تسبیب

قانون تسبیب سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے اس کو اخذ کرلیتا ہے اور جس چیز میں چاہتا ہے اپنی مشیت کے اسباب متحقق کر دیتا ہے قرآن کریم میں اس مطلب کے سلسلہ میں بہت زیادہ شواہد موجود ہیں خداوند عالم فرماتا ہے:

"فَمَنْ يُّرِدِ اللهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ"۔[1]

"پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑ نا چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایسا تنگ اور دشوار گذار بنا دیتا ہے جیسے آسمان کی طرف بلند ہو رہا ہو وہ اسی طرح بے ایمانوں پر ان کی کثافت کو مسلط کر دیتا ہے"

اور جس مطلب کا ہم اوپر تذکرہ کر چکے ہیں اس مطلب کو یہ آیت مکمل طور پر واضح کر رہی ہے بیشک خداوند عالم کسی قوم کی اس کے اعمال کے ذریعہ ہدایت یا اس کو گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اگر ہدایت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے یا ان کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے محقق ہونے کے اسباب فراہم کرتا ہے اور اس قوم کے سینہ کو تنگ بنا دیتا ہے اور فرماتا ہے:

"وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾"[2]

"اور ہم نے جب بھی کسی قریہ کو ہلاک کرنا چاہا تو اس کے ثروتمندوں پر احکام نافذ کر دئے اور انھوں نے ان کی نافرمانی کی تو ہماری بات ثابت ہو گئی اور ہم نے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا"

جب خداوند عالم کسی معاشرہ کو (ان کے اعمال کے سبب) ہلاک کرنا چاہتا ہے تو تو اسی سبب کا انتخاب کرتا ہے جو اس کے فاسد ہونے کا سبب ہوتا ہے تو وہ اس کو آرام میں ڈال دیتا ہے اور یہ آرام آہستہ آہستہ ان کے فسق و نافرمانی کا سبب ہو جاتا ہے پھر خداوند عالم ان پر اپنا عذاب نازل کر دیتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧﴾"۔[3]

"اور تم چاہتے تھے کہ وہ طاقت والا گروہ نہ ہو اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو ثابت کرنا چاہتا ہے اور کفار کے سلسلہ کو منقطع کر دینا چاہتا ہے"

---

[1] سورۂ انعام آیت/ ۱۲۵۔

[2] سورۂ اسراء آیت/ ۱۶۔

[3] سورۂ الانفال آیت/ ۷۔

جب خداوند عالم رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کے لئے حقانیت کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو جاہ وحشم اور شان وشوکت کے اسباب فراہم کردیتا ہے۔

جیسا کہ پروردگار عالم نے ذات شوکت کے طریقہ کو مسلمانوں کے تکامل کا سبب قرار دیا ہے اور زمین پر لوگوں کے لئے ان کو قیموم اوران کا امام قرار دیا ہے اسی طرح خداوند عالم نے لوگوں کے ہلاک کرنے کے لئے آزمائش وامتحان وآرام قرار دیا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

"فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ۝۵۵"[1]

"تمہیں ان کے اموال واولاد حیرت میں نہ ڈال دیں بس اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انھیں کے ذریعہ ان پر زندگانی دنیا میں عذاب کرے اور حالت کفر ہی میں ان کی جان نکل جائے"

خداوند عالم نے ان کے اموال اوراولاد کوان کے عذاب اور ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے۔

قانون توفیق

قانون توفیق قانون تسبیب سے قریب ہے یعنی خداوند عالم بندہ کے ذریعہ اسباب خیر کو نافذ کرادیتا ہے جب خداوند عالم کسی مریض کو شفا دینے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک ایسے طبیب کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو اس بندہ کے مرض کی علت کو پہچانتا ہے اور وہ دوائیں فراہم کردیتا ہے جس سے وہ مریض کا علاج کرتا ہے

جب کسی بندہ کے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اسباب ہدایت اور خیر کی طرف ہدایت کردیتا ہے، جب کسی بندہ کو رزق دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب رزق فراہم کردیتا ہے اور جب اس کے خلاف ارادہ کرتا ہے تو اسباب رزق کے مابین پردے حائل کردیتا ہے۔

کائنات میں سلطان مطلق اللہ کا ارادہ

ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس کی حکمت اور بادشاہت کے سامنے خاضع ہے:

"مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝۲"[2]

"اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے

[1] سورۂ توبہ آیت/ ۵۵۔

[2] سورۂ فاطر آیت/ ۲۔

والانہیں ہے وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے“

”اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ“[1]

”بیشک خدا اپنے حکم کا پہنچانے والا ہے“

”اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ“[2]

”اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور وہ تمہیں چھوڑ دے گا تو اس کے بعد کون مدد کرے گا“

”وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ“[3]

”اور جب خدا کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کر لیتا ہے تو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی کسی کا والی وسر پرست ہے“

”اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ“[4]

”بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر ہی کے رہتا ہے“

”اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ“[5]

”اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے“

”اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ“[6]

”وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، نگرانی کرنے والا ہے“

خداوند عالم کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین رابطہ

اللہ کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین حتمی نظریہ فیصلہ کن قول یہ ہے کہ قانون علیت کائنات میں یقینی اور عام طور پر نافذ ہوتا ہے۔ مگر یہ قانون اللہ کی مشیئت کے سامنے محکوم ہے حاکم نہیں ہے اور اللہ کا ارادہ اس پر حاکم ہے اللہ کے ارادہ کے حاکم ہونے کا مطلب اس قانون کو ملغیٰ اور معطل قرار دینا نہیں ہے اور کیسے خدا اس قانون کو ملغیٰ قرار دے سکتا ہے جبکہ اسی نے اس کو خلق فرمایا ہے لیکن خداوند عالم ان اسباب میں سے جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جن کو چاہتا ہے قائم ودائم رکھتا ہے اور اس کائنات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اسباب عزت کے ذریعہ عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسباب ذلت کے ذریعہ ذلیل کرتا ہے۔

اس بنا پر یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اسباب وعلل کے ذریعہ کائنات اور تاریخ کے مستقبل کا مطالعہ کر سکے چونکہ

[1] سورۂ طلاق آیت/ ۳۔
[2] سورۂ آل عمران آیت/ ۱۶۰۔
[3] سورۂ رعد آیت/ ۱۱۔
[4] سورۂ ہود آیت/ ۱۰۷۔
[5] سورۂ حج آیت/ ۱۴۔
[6] سورۂ حشر آیت ۲۳۔

ہر امر میں اللہ کی مشیئت کا دخل ہے لہٰذا یہ اسباب وعلل جس طرح اللہ چاہتا ہے اسی طرح متغیر ہو جاتے ہیں۔

کبھی طاقتور اور کمزور لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں جب ہم میں سے کوئی ایک ان دونوں کے مستقبل کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ یہی خبر دیتا ہے کہ طاقتور لشکر کو فتح نصیب ہوگی اور کمزور لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا مگر جب خداوند عالم چھوٹے گروہ کو بڑے لشکر پر غالب کرنا چاہتا ہے تو ایسے اسباب فراہم کر دیتا جن کا گمان بھی نہیں ہوتا ہے وہ بڑے گروہ کے دلوں میں رعب وخوف پیدا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کے دلوں میں طاقت اور عزم وارادہ کو محکم کر دیتا ہے اور اس چھوٹی جماعت کے کارنامہ کو مضبوط کر دیتا ہے لیکن بڑے گروہ کے اس فعل کو مضبوط نہیں کرتا (یعنی ان کے دلوں میں خوف ورعب اسی طرح باقی رہتا ہے)اور بڑی جماعت کو عسکری غلطیوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کو مضبوط ومحکم کر دیتا ہے اور امور کو اسی کے مطابق انجام دیتا ہے:

"فتنصر الفئة القليلة على الفئة الكثيرة اذا شاء الله"

"پس چھوٹے گروہ کو بڑے گروہ پر کامیاب کر دیتا ہے جب وہ چاہتا ہے"

چھوٹے اور بڑے گروہ کے جنگ کے راستہ کو ایک نہیں قرار دیتا جیسا کہ اللہ پر ایمان نہ لانے والے افراد گمان کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کثرت اسباب مدد میں سے نہیں ہے اور اقلیت اسباب شکست میں سے نہیں ہے۔ بیشک ہمارا یہ کہنا ہے کہ مدد کے دوسرے اسباب بھی ہیں اسی طرح شکست کے بھی دوسرے اسباب ہیں، جب خداوند عالم کسی چھوٹے گروہ کی مدد کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے فتح کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور یہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور جب کسی بڑے گروہ کو شکست سے دوچار کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے اور یہ بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے:

"قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾"[1]

"اور ایک جماعت جس نے خدا سے ملاقات کرنے کا خیال کیا تھا کہا کہ اکثر چھوٹے چھوٹے گروہ بڑی بڑی جماعتوں پر حکم خدا سے غالب آجاتے ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

تکوین (موجودات) میں بداء

کائنات میں بداء کا مطلب یہ ہے: کائنات اور تاریخ میں جو حادثات رونما ہونے والے ہیں ان کے راستہ کو بدل دینا۔ اگر قانون علیت لوگوں کی زندگی پر حاکم ہوتا تو بہت سے مقامات ایسے آئے ہیں جہاں پر انسان پستی کے گڑھے میں گرنے والا تھا تو اس موقع پر مشیت الٰہی نے بڑھ کر اس کو سہارا دیا اور پستی کے گڑھے میں گرنے سے اس کو نجات دی۔۔۔ جو قانون علیت کی حرکت کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ قانون ملغیٰ (بے کار) ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ خداوند عالم کی جانب سے یہ

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۴۹۔

قانون محکوم ہے اور اس کے محکوم ہونے کے وہ نتائج ہیں جو لوگوں کی سمجھ کے خلاف ہیں اور لوگ ان کو اسباب ومسببات اور علل و معلولات کا تسلسل کہتے ہیں۔

قانون علیت میں یہ تحکم الٰہی جو لوگوں کو چونکا دیتا ہے اور ان کے حسابات میں تغیر وتبدل کر دیتا ہے اسے بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی بہت سی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

"بداء" کے ذریعہ کائنات، تاریخ اور معاشرہ میں تغیر واقع ہوجاتا ہے وہ حادثات واقع ہوجاتے ہیں جن کو انسان شمار نہیں کر سکتا، لوگوں کی توقع کے خلاف مدد ہوجاتی ہے، وہ لوگ شکست کھا جاتے ہیں جو کبھی شکست کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے، کمزور باشاہ بن جاتا ہے اور بادشاہ ذلیل ہوجاتے ہیں۔

محو اور اثبات

محو اور اثبات کے معنی میں بداء کے یہی معنی قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں:

"یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْکِتٰبِ" [1]

"اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا برقرار رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے"

"اُمّ الکتاب" سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس کو روایات کی زبان میں "لوح محفوظ" سے تعبیر کی گئی ہے جس میں محو اور تغییر واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی خداوند عالم ایسا ہے کہ وہ پہلے ایک چیز سے نا آگاہ ہو اور بعد میں اس کو اس چیز کا علم حاصل ہو۔

شیخ صدوق نے کتاب "اکمال الدین" میں ابو بصیر اور سماعۃ سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"من زعم انّ اللہ عزّ وجلّ یبدؤ لہ فی شیءٍ لم یعلمہ امس فابرؤوا منہ" [2]

"جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ عز وجل کے لئے ایسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے جس کو وہ کل نہیں جانتا تھا تو اسے ہم سے برائت کرنا چاہئے"

محو "کتاب تکوین" میں تو جاری ہوسکتا ہے لیکن "اُمُّ الکتاب" جو خداوند عالم کا علم ہے اس میں جاری نہیں ہوسکتا ہے۔

خداوند عالم کا علم ثابت ہے اس میں کسی قسم کی ردوبدل اور تغیر وتبدل واقع نہیں ہوسکتا ہے اور تغیر وتبدل کائنات، مجتمع اور تاریخ میں ان اسباب کے ذریعہ واقع ہوتا ہے جن کو خداوند عالم نے ان کے لئے فراہم کر رکھا ہے۔ عیاشی نے ابن سنان سے اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"انَّ اللہ یقدّم ما یشاء و یؤخر ما یشاء، و یمحو ما یشاء و یثبت ما یشاء و عندہ امّ الکتاب و قال فکل امر یریدہ اللہ فھو فِیْ علمہ قبل ان یصنعہ لیس شیء یبدو لہ الّا و قد کان فِیْ علمہ، انّ اللہ لا

---

[1] سورۂ رعد آیت/ ۳۹۔

[2] بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۔

یبدو لہ من جھل"۔[1]

بیشک خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے موخر کر دیتا ہے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت (برقرار) رکھتا ہے اس کے پاس اُمّ الکتاب ہے اور ہر وہ امر جس کا خداوند عالم ارادہ کرتا ہے وہ اس سے پہلے کہ اس چیز کو موجود کرے اس کے علم میں ہے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وہ ابتدا کرے وہ اس کے علم میں نہ ہو، بیشک خداوند عالم کسی چیز کی ابتدا کرنے سے نا آگاہ نہیں ہے"

عمار بن موسیٰ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یمحو اللہ کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"اِنَّ ذلك الکتاب کتاب یمحو الله مایشاء ویثبت، فمن ذلك یَرُدُّ الدعاء القضاء وذالك الدعاء مکتوب علیه الّذی یُرَدُّبه القضاء حتّٰی اذا صار الیٰ اُمِّ الکتاب لم یغن الدعاء فیه شیئاً"۔[2]

"بیشک وہ کتاب ایسی کتاب ہے جس میں سے اللہ جو چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے جو شخص دعا کے ذریعہ قضا کو رد کرنا چاہتا ہے تو وہ دعا خداوند عالم کے پاس لکھی ہوئی ہے جس کے ذریعہ سے قضا ٹل جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ ام الکتاب تک پہنچتی ہے تو دعا اس میں کچھ نہیں کر سکتی ہے"

خداوند عالم کائنات کے نظام میں قانون علیت کے ذریعہ جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ کبھی ایک معین و مشخص مرض صاحب مرض کی طبیعی اسباب کے ذریعہ موت کا سبب ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کو اپنے اذن و امر سے اس کے لئے برقرار رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور صاحب مرض کی شفاء کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ اسباب کے معطل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تکوین میں تو قانون محو جاری ہوجاتا ہے لیکن ام الکتاب میں نہ محو جاری ہوتا ہے نہ کوئی تغیر و تبدل ہوتا ہے اور نہ ہی خداوند عالم کسی چیز سے نا آگاہ ہونے کے بعد اس کا عالم ہوتا ہے۔

کتاب تکوین میں یہ محو اسباب و مسببات کے نظام کے لئے خداوند عالم کی "حکمت" اور "رحمت' کی بنا پر جاری ہوتے ہیں۔ جب خداوند عالم کی "حکمت" اور "رحمت' کائنات اور معاشرہ میں کسی چیز کے حادث ہونے کا تقاضا کرتی ہے تو خداوند عالم اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے اور جو کچھ کائنات اور معاشرہ میں ہوتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت، اسباب اور مسببات کے نظام کی باعث نہ ہو۔ یہ نظام "محو" اور "اثبات" کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے امر کا خاضع ہے، اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اس پر نافذ ہے۔ جب خداوند عالم اپنے اذن اور امر سے اس کا اثبات چاہتا ہے تو وہ ثابت رہتا ہے اور جب اللہ اس میں تغیر تبدل اور اس کو مٹانا چاہتا ہے تو وہ اس کے حکم اور بادشاہت سے بدل جاتے ہیں۔

---

[1] بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۲۱۔

[2] بحار الانوار

"بداء" پر ایمان کی تردید

ہمیت کے اعتبار سے بداء پر ایمان رکھنا خداوندعالم پر ایمان رکھنے کے بعد آتا ہے؛بداء کے انکار کرنے کا مطلب کائنات اور معاشرہ کی حرکت اوراس کی دیکھ بھال کرنے سے خداوندعالم کے ارادہ کومعزول کرنا اورنظام علیت وسببیت میں اللہ کے ارادہ کومحکوم کرنا ہے جیسا کہ یہود کہتے ہیں:

"یَدُاللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ"۔[1]

"خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"

بلکہ ہماراقول یہ ہے:

"بَلْ یَدَاہُ مَبْسُوْطَتَانِ"۔[2]

"بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں"

خداوندعالم کی بادشاہت کی کوئی انتہانہیں ہے اس کا ہاتھ پوری کائنات اورمعاشرہ پر پھیلا ہوا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ پر مسلمان انسان کے عقیدہ رکھنے کی یہ پہلی پناہ گاہ ہے اور دوسری پناہ گاہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھنا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پر ایمان نظام میں اسباب ومسببات میں ہر حال میں جوتغیر وتبدل ہوتا ہے وہ اس کی دسترس میں ہے بندہ اپنی تمام حاجتوں میں اسی سے پناہ چاہتا ہے اوراکثر انسان کو جو چیز اللہ سے متمسک کرتی ہے وہ حاجتوں اور رنج وغم کے وقت خداوندعالم سے دعا کرنے کا وقت ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے قضااورقدر میں تغیر وتبدل کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی اور وہ حادثوں کے واقع ہونے کے وقت دعا کرنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا تو انسان اپنی حاجت اوراہم کام کے وقت خداوندعالم سے پناہ نہیں مانگتا ہے۔اللہ کی پناہ تو وہ لوگ مانگتے ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوقضاہیں خداوندعالم کی ایک قضاوہ ہے جوام الکتاب میں لکھی گئی ہے جس میں تغیر وتبدل کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔دوسری قضاوہ ہے جس میں جب اللہ چاہتا ہے توتغیر وتبدل واقع ہوجاتا ہے تواس وقت بندے اپنی حاجتوں اور دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

دعااور بداء

جوامور اسباب وحوادث کی رفتار بدلنے میں خداوندعالم کے ارادہ کے دخل انداز ہونے کا سبب ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں جیسے ایمان اورتقویٰ،خداوندعالم ارشادفرماتا ہے:

---

[1] سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

[2] سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ" [1]

"اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لئے زمین و آسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے"

شکر

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ" [2]

"اگر تم ہمارا شکریہ ادا کرو گے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے"

استغفار کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" [3]

"حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں نازل کرے گا جب تک "پیغمبر" آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کرنے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں"

دعا اور ندا کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾" [4]

"اور نوح کو یاد کرو جب انھوں نے پہلے ہی ہم کو آواز دی اور ہم نے ان کی گزارش قبول کر لی اور انھیں اور ان کے اہل کو بہت بڑے کرب سے نجات دلا دی"

"وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾" [5]

"اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھو لیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور ان کی بیماری کو دور کر دیا اور انھیں ان کے اہل و عیال دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گزار بندوں کے لئے ایک یاددہانی ہے"

"وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

---

[1] سورۂ اعراف آیت/ ۹۶

[2] سورۂ ابراہیم آیت/ ۷

[3] سورۂ انفال آیت/ ۳۳

[4] سورۂ انبیاء آیت/ ۷۶

[5] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۳-۸۴

سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّيۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۚ﴿۸۷﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۸﴾" [۱]

"اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آ کر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہیں کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا، تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور انھیں غم سے نجات دلا دی اور ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں"

مطلق طور پر پوری کائنات کا نظام خداوند عالم کے قبضۂ قدرت میں ہے کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی سلطنت کو محدود کرے اور اس کو عاجز کر دے۔ یہ بادشاہت اس کے ذاتی اسباب کے ذریعہ جاری رہتی ہے اور اس کا مطلب اسباب و مسببات کو معطل کرنا نہیں ہے خداوند عالم اس نظام کائنات میں اپنی بادشاہت، حکم اور امر سے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور اپنے اذن سے جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے یہ محو اور اثبات فقط کتاب تکوین میں جاری ہوتا ہے اور "اُم الکتاب" میں ایسا نہیں ہے۔ خداوند عالم تکوین میں اپنی حکمت اور رحمت سے کسی چیز کو محو کرتا ہے اور اس محو کرنے کو ہی بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے مروی متعدد روایات میں ایا ہے اور خداوند عالم متعدد اسباب کے ذریعہ بداء کو جاری کرتا ہے، جیسے استغفار، تقویٰ، ایمان، شکر اور دعا وغیرہ

دعا بداء کے اہم اسباب میں سے ہے:

"اُدۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَـكُمۡ" [۲]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

زیارت کے توحیدی اور سیاسی پہلو

تاریخ میں خاندان توحید

قرآن کریم میں ایک ہی خاندان توحید کا تذکرہ ہوا ہے

اس خاندان کے رائد (چلانے والے) اور پدر ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام تھے خدا فرماتا ہے:

"جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجۡتَبٰٮكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَفِىۡ هٰذَا لِيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَهِيۡدًا عَلَيۡكُمۡ وَتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ" [۳]

"۔۔۔اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے۔ یہی تمہارے بابا ابراھیم کا دین ہے اس نے تمہارا

---

[۱] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۷، ۸۸

[۲] سورۂ مومن آیت/ ۶۰

[۳] سورۂ حج آیت/ ۷۸

نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تا کہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو۔۔۔"

اس خاندان کی آخری کڑی حضرت رسول اللہ خاتم الانبیاء تھے، آپ ہی پر رسالت کا خاتمہ ہوا، یہی خاندان شجرہ طیبہ ہے، اسکی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسکی شاخیں مبارک، پھل پاک و پاکیزہ ہیں تاریخ میں مستمر ہیں اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ایک ہیں:

"إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴿٩٢﴾" [۱]

"بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین اسلام ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں لہٰذا میری ہی عبادت کرو"

"وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴿٥٢﴾" [۲]

"اور تمہارا سب کا دین ایک دین ہے اور میں ہی سب کا پروردگار ہوں لہٰذا بس مجھ سے ڈرو"

قرآن کریم نے اس خاندان کی وحدت و یکپارچگی کے گوشت و پوست اور اجزاء کے مابین علاقہ وتعلق کو محکم و مضبوط کیا ہے اور اس خاندان کے درمیان گہرا تعلق پیدا کیا ہے۔

یہ اہتمام اسلامی تربیت کی راہ اس خاندان کے اتحاد نیز اس خاندان کی طرف منسوب وحی کی گہرائی کے تعلق کو بیان کرنے کے لئے ہے اور اس خاندان کے رموز اور صالح افراد کو منظر عام پر لانا لوگوں کی زندگی کے لئے نمونہ ہیں۔

اسی طرح یہ اہتمام نسل درنسل اس خاندان میں توحید کی وراثت اس کی ارزش کو باقی رہنے اور اس خاندان کی تمام نسلوں اور اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ کو مضبوط کرنے کے لئے ہے۔

اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تسلسل

قرآن کریم نے اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تعلق کو کتنی اہمیت دی ہے اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل آیات ذکر کررہے ہیں:

۱۔ اس خاندان کے درمیان ایک دوسرے کی شناخت، اس خاندان کے نیک ارکان کا تذکرہ، ان کے اسماء کی تعظیم، ان کا تذکرہ کرکے ان کو مشہور کرنا قرآن کریم میں اس امر کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے ہم اس اہتمام کے شواہد ذیل میں پیش کررہے ہیں:

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا﴿١٦﴾" [۳]

"اور اے پیغمبر اپنی کتاب میں مریم کو یاد کرو کہ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ مشرقی سمت کی طرف چلی گئیں"

---

[۱] سورۂ انبیاء آیت/ ۹۲

[۲] سورۂ مومنون آیت ۵۲۔

[۳] سورۂ مریم آیت/ ۱۶۔

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝٤١" [1]

"اور کتاب خدا میں ابراہیم کا تذکرہ کرو کہ وہ ایک صدیق پیغمبر تھے"

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝٥١" [2]

"اور اپنی کتاب میں موسیٰ کا تذکرہ کرو کہ وہ میرے مخلص بندے اور رسول و نبی تھے"

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ" [3]

"اور اپنی کتاب میں اسماعیل کا تذکرہ کرو کہ وہ وعدے کے سچے تھے"

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝٥٦" [4]

"اور اپنی کتاب میں ادریس کا بھی تذکرہ کرو کہ وہ بہت زیادہ سچے پیغمبر تھے"

"وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ" [5]

"اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو صاحب طاقت بھی تھے"

"وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝٤١" [6]

"اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے بڑی تکلیف اور اذیت پہنچائی ہے"۔

"وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝٤٥ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝٤٦" [7]

"اور پیغمبر ہمارے بندے ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور صاحبان بصیرت تھے۔ ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا"

"وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝٤٨" [8]

---

[1] سورۂ مریم آیت۔۴۱۔
[2] سورۂ مریم آیت/۵۱۔
[3] سورۂ مریم آیت/ ۵۴۔
[4]) سورۂ مریم آیت/۵۶۔
[5] سورۂ ص آیت/ ۱۷
[6] سورۂ ص آیت/ ۴۱
[7] سورۂ ص آیت ۴۵۔۴۶
[8] سورۂ ص آیت/ ۴۸

"اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب نیک بندے تھے"

۲۔ صلح وسلامتی کی بنیاد پر اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ ایجاد کرنا، اس خاندان کی نسلوں سے حسد اور کینہ دور کرنا زمانۂ حال کو ماضی سے مربوط کرنا اولاد کو باپ داداؤں سے ملحق کرنا خلف کو صلح کی بنیاد پر اسی خاندان کے سلف صالح سے ملحق کرنا اور صلح وسلامتی کا رابطہ اس خاندان کے درمیان سب سے بہترین اور برجستہ رابطہ ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ۝ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝" [1]

"اوران کے تذکرے کو آنے والی نسلوں میں برقرار رکھا۔ ساری خدائی میں نوح پر ہمارا سلام، ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے"

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝" [2]

"اوراس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے۔ سلام ہو ابراہیم پر"

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝" [3]

"اوراس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے۔ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ۝" [4]

"اوراس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے۔ سلام ہو آل یاسین پر"

"وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝" [5]

"اور ہمارا سلام تمام مرسلین پر ہے اور ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے"

اور صلح وسلامتی کے رابطہ کا تقاضا، رہنما کا ایک ہونا، مقصد کا ایک ہونا، راستہ کا ایک ہونا، اس غرض ومقصد تک پہنچنے کے سلسلہ میں وسیلہ کا ایک ہونا، روش کا ایک ہونا نیز رفتار اور نظریہ کا ایک ہونا ہے۔

اور اس مجموعی وحدت کے علاوہ صلح ودوستی کے اور کوئی معنی نہیں ہیں۔

۳۔ اس خاندان کی نسل درنسل میں میراث کا رابطہ ہے خلف صالح اپنے سلف سے توحید کی ارزشوں اور توحید کی طرف دعوت

---

[1] سورۂ الصافات آیت/ ۷۸۔۸۱

[2] سورۂ الصافات آیت/ ۱۰۸۔۱۰۹

[3] سورۂ الصافات آیت/ ۱۱۹۔۱۲۰

[4] سورۂ الصافات آیت/ ۱۲۹، ۱۳۰

[5] سورۂ الصافات آیت/ ۱۸۱۔۱۸۲

دینے کو میراث میں پاتا ہے۔

خداوندعالم ارشادفرماتا ہے:

"ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا"۔[1]

"پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو قرار دیا جنھیں اپنے بندوں میں سے چُن لیا"

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ"۔[2]

"اور یقینا ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ہے"

"وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ"۔[3]

"اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں درحقیقت یہ وہی وارثان جنت ہیں"

"وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ"۔[4]

"اور جو لوگ کتاب سے تمسک کرتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی ہے تو ہم صالح اور نیک کردار لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں"

اسی رابطہ کی وجہ سے خلف (فرزند) سلف سے توحید کی ارزشوں کو حاصل کرتا ہے، تاکہ ان ارزشوں کو اپنے بعد والی نسلوں تک منتقل کرسکے۔

۴۔ اس خاندان کا اسلام سے گہرا رابطہ ہے خداوند عالم نے ہر موحد کے لئے اس خاندان کے رائد (قائد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باپ کہا ہے اور ان کو جناب ابراہیم کے فرزند قرار دیا ہے۔

"هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ"۔[5]

"۔۔۔اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے۔ یہی تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو۔۔۔"

---

[1] سورۂ فاطر آیت/ ۳۲۔
[2] سورۂ غافر آیت/ ۵۳۔
[3] سورۂ مومنون آیت/ ۹۔۱۰۔
[4] سورۂ اعراف آیت/ ۱۷۰۔
[5] سورۂ حج آیت/ ۷۸۔

۵۔خداوند عالم نے اس خاندان کی تمام نسلوں کواسی خاندان کے گذشتہ اور موجودہ انبیاء، مرسلین صالحین اور صدیقین کی اقتداءکرنے کاحکم دیاہے۔

ارشاد خداوند قدوس ہے:

"وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"[1]

"مسلمانو!تمہارے واسطےتوخودرسول اللہ کا(خندق میں بیٹھنا)ایک اچھانمونہ تھا"

"قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ اِبْرٰهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ"[2]

"تمہارے لئے بہترین نمونۂ عمل ابراہیم اوران کےساتھیوں میں ہے"

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ"[3]

"مسلمانو!ان لوگوں(کےافعال)تمہارےواسطے جوخدااورروزآخرت کی امیدرکھتاہےاچھانمونہ ہے"

قرآن کریم انبیائے الٰہی اور اس کے اولیائے صالحین کی کچھ تعداد بیان کرنے کے بعد انکی اقتدا کرنے کاحکم دیتا ہے۔
خداوندعالم نے ان کوجونور کارزق عطا کیاہےاس سے ہدایت اوراقتباس کرنے کاحکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۸۳﴾
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوبَ
وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ
الصّٰلِحِينَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللهِ يَهْدِى بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ
فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكٰفِرِينَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدٰىهُمُ
اقْتَدِهْ"[4]

"یہ ہماری دلیل ہے جسے ہم نے ابراہیم کوان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیااور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجات کو بلند کردیتے ہیں۔بیشک تمہاراپروردگارصاحب حکمت بھی ہےاور باخبر بھی ہےاور ہم نے ابراہیم کواسحاق ویعقوب دئےاورسب کوہدایت

---

[1] سورۂ احزاب آیت/۲۱۔
[2] سورۂ ممتحنہ آیت/۶۔
[3] سورۂ ممتحنہ آیت/۶
[4] سورۂ انعام آیت/ ۸۳۔۹۰۔

بھی دی اوراس کے پہلے نوح کو ہدایت دی اور پھر ابراہیم کی اولاد میں داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون قرار دئے اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی رکھا جو سب کے سب نیک کرداروں میں تھے۔ اور اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط بھی بنائے اور سب کو عالمین سے بہتر اور افضل بنایا۔ اور پھر ان کے باپ دادا، اولاد اور برادری میں سے اور خود انھیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستہ کی ہدایت کر دی ہے۔۔۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی ہے لہٰذا آپ بھی اسی ہدایت کے راستہ پر چلیں"

۶۔ دعا کا رابطہ: آنے والی نسل کا گذشتہ نسل کے لئے دعا کرنا، خلف اور سلف کے درمیان سب سے بہتر اور محکم رابطہ ہے۔ موجودہ نسل کا گذشتہ افراد کی سابق الایمان ہونے کی گواہی دینا ہے اور اللہ سے ان کی مغفرت اور رحمت کے لئے دعا کرنا ہے:

"وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰"[1]

"اور جو لوگ ان کے بعد آئے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ خدایا ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جنھوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے اور ہمارے دلوں میں صاحبان ایمان کے لئے کسی طرح کا کینہ نہ قرار دینا کہ تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے"

معلوم ہوا سلف صالح سے رابطہ برقرار رکھنا تربیت کے لحاظ سے اس دین کے راستہ کا اصل جزء ہے۔

نسلوں کے درمیان باہمی رابطہ کے سلسلہ میں قرآن کریم کی ایسی ممتاز ثقافت موجود ہے جس کے ذریعہ قرآن کریم مومنین کو ایسے مسلمان خاندان کے درمیان نسلیں گذر جانے کے باوجود ارتباط کی دعوت دیتا ہے یہ رابطہ عہد ابراہیم سے بلکہ حضرت نوح کے زمانہ سے لے کر آج تک برقرار ہے۔ جبکہ انبیائے عظام میں اولوا العزم پیغمبر بھی ہیں جیسے موسیٰ بن عمران، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور انھیں میں آخری نبی پیغمبر خدا ہیں۔ یہ باہمی رابطہ اس خاندان توحید کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔

زیارت

اس بات سے واقفیت کے بعد کہ تمام نسلوں میں میراث، تسالم، محبت اور ملاقات کا رابطہ اس دین کی خصوصیات میں سے ہے۔۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ وسائل کیا ہیں جن کی وجہ سے یہ رابطہ پیدا ہوتا ہے اور گذشتہ نسلوں کے لئے موجودہ نسل کے احساسات کا پتہ چلتا ہے۔۔۔ یہ وسائل اس مقصد تک پہنچنے کے لئے اسلامی تربیتی پہلو کی راہ ہموار کرنے میں موثر شمار ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کے خلفاء، اولیائے الٰہی اور اللہ کے صالح بندوں کی قبروں کی زیارت کرنا، ان پر سلام بھیجنا، ان کے لئے دعا کرنا، ان کے لئے نماز قائم کرنا، زکواۃ ادا کرنا اور امر بالمعروف کرنے کی گواہی دینا مومنین کی نسلوں کے درمیان اس ملاقات اور رابطہ

---

[1] سورہ حشر آیت۔۱۰۔

کے اہم اسباب ہیں۔

ان زیارتوں میں جن سے مومنین اولیاء اللہ اور مومنین کی قبروں کی زیارت نیز اس سے متصل سلام ودعا وشہادت کے ذریعہ مانوس ہوتے ہیں مومنین کی اس جماعت کے سلسلہ میں اپنے احساسات بیان کرتے ہیں جو ان سے پہلے ایمان لا چکے، نمازیں قائم کر چکے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر چکے، ان سے پہلے توحید کی جانب دعوت کے پیغام کیلئے قیام کر چکے خدا کی جانب ان کے لئے راستہ ہموار کر چکے لوگوں کو خداوند عالم کا عبادت گذار بنا چکے ان سے پہلے لوگوں کے درمیان کلمۂ توحید کو بلند کر چکے ہیں۔

اس احسان کے لئے زیارت کو وفا سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی اولاد کا اپنے آباواجداد سے وفاداری کا اظہار کرنا اس دور رائد میں توحید، نماز قائم کرنے اور زکات ادا کرنے کی جانب دعوت دینے کیلئے گواہی کی ضرورت ہے اور زیارت کا مطلب ہی فرزندوں کا آباؤ واجداد کے سلسلہ میں اور موجودہ نسل کا گذشتگان کے لئے گواہی دینا ہے۔

زیارت میں صلح وسلامتی اور محبت سے مراد گذشتہ نسلوں سے رابطہ برقرار رکھنا ہے اور حقیقت میں ملاقات، رابطہ اور ایک دوسرے پر رحم، صالحین کی پیروی ان کی یاد سے متعلق ذکر الٰہی کو مجسم کرتا ہے۔

مومنین اپنی زندگی میں فطری طور پر انبیاء صالحین بلکہ تمام مومنین کی قبروں سے مانوس ہوتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، اُحد کے شہیدوں اور حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنا ضروری سمجھتی تھیں اور یہ زیارتیں اکثر نماز، دعا، ذکر اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے ساتھ انجام پاتی ہیں اور ماثورہ زیارات میں یہ تمام باتیں ذکر ہوئی ہیں۔

تعجب ہے بعض اسلامی مذاہب مسلمانوں کو انبیاء ائمہ المسلمین اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے اور ان کی قبروں کے نزدیک دعا اور نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور اسلام کی اس عمومی روش سے اپنے کو الگ قرار دیتے ہیں جو صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے جاتے ہیں ان کو قبروں کے نزدیک دعا نماز اور ذکر کرنے سے منع کرتے ہیں اور اس فعل کو اللہ کے بارے میں شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔

ہم اس کا سبب تو نہیں جانتے ہیں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے اسلام کے ظاہری امر اور مفاہیم نیز ان اقدار کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے جو زیارات کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں۔

اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ برائی کس طرح کی برائی ہے جس سے مسلمانوں نے نہیں روکا جبکہ نصف صدی سے بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں کو اس چیز سے منع کیا جا رہا ہے۔

یا تو ہم نصف صدی سے سختی سے روکنے والوں کو غلطی سے متہم کریں۔

یا ہم ان پر توحید اور شرک کو صحیح نہ سمجھنے کا الزام لگائیں یعنی ان دونوں باتوں کو صحیح طریقہ سے درک نہیں کر پائیں ہیں۔

خداوند عالم سب کو راہ راست کی ہدایت فرمائے اور اپنے صراط مستقیم پر اپنی خوشنودی کی جانب ہماری دستگیری فرمائے۔

زیارتوں کی عبارات میں آنے والے معانی ومفاہیم کا جائزہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اہل بیت سے وارد ہونے والی روایات میں ہم افکار کے مختلف طریقے پاتے ہیں،ہم ان میں سے ذیل میں دونمونے ذکر کررہے ہیں:

پہلا طریقہ: وہ افکار جن کا امام اور امت کے درمیان سیاسی تعلق ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ: وہ افکار جن کا زائر اور امام کے درمیان ذاتی تعلق ہوتا ہے۔

ہم عنقریب ان دونوں طریقوں کے سلسلہ میں زیارتوں میں وارد ہونے والے مضامین بیان کریں گے۔

زیارتوں میں سیاسی اور انقلابی پہلو

ا۔زیارت کا عام سیاسی دائرہ سے رابطہ

اہل بیت علیہم السلام سے زیارتوں کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات میں عقیدتی اور سیاسی قضیہ کا بہت وسیع میدان ہے اور سیاسی قضیہ سے ہماری مراد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت اور ولایت کا مسئلہ ہے اور یہ وہ معتبر وسیلہ ہے جو بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں نیز اس کے بعد بھی سیاست دور میں اسلام کے اصل راستہ سے منحرف ہوجانے کے بعد جاری وساری رہا ہے۔

اسلامی حکومتوں پر ایسے افراد نے بھی حکومت کی ہے جو اسلام اور عالم اسلام کی نظر میں قابل اطمینان نہیں تھے انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا اہل بیت علیہم السلام نے اپنے دور کی اس طرح کی حکومتوں کا مقابلہ کیا۔

اموی اور عباسی، مضبوط حکومتوں سے ٹکراتے رہنے کی بنا پر شیعہ ادب اور ثقافت میں واضح آثار رونما ہوئے اور اسی وقت سے اہل بیت علیہم السلام کی اتباع کرنے والے شیعوں کو رافضہ کے نام سے پہچانا جانے لگا چونکہ انھوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفا کی ولایت کا انکار کیا تھا۔

شیعی سیاسی فکر اور شیعی سیاسی ادب کو اس وقت سے رفض کا رنگ دیا گیا جب معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے مختلف بہانوں اور مکاریوں سے حکومت لی اور یہ رنگ بنی عباس کی حکومت کے اختتام تک باقی رہا۔

اس سیاسی جنگ اور سیاسی معارضہ کی اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں واضح طور پر عکاسی کی گئی ہے خاص طور سے امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں چونکہ ان دونوں اماموں کا دور تاریخ اسلام میں مقابلہ اور ٹکراؤ کا سب سے سخت دور تھا۔

اور شاید اسی سبب کو حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی زیارتوں میں کثرت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اوران دونوں اماموں سے وارد ہونے والی زیارتوں کا دوسرے تمام ائمہ سے وارد ہونے والی زیارتوں سے مقدار اور کیفیت

میں فرق ہے۔

اس سیاسی قضیہ کا خلاصہ زیارتوں میں بیان ہوا ہے جیسا کہ ہم نے اس کا شہادت اور موقف کے عنوان میں تذکرہ کیا ہے جن میں پہلا شہادت کے بارے میں ہے اور دوسرا سیاست کے متعلق ہے۔

ہم موقف کو شہادت کے بعد بیان کریں گے۔

بیشک سیاسی موقف ہر جنگ اور اختلاف کے موقع پر قضاوت کے دائرہ کا خلاصہ ہوتا ہے قضاوت حق دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان قاطع حکم کا نام ہے، اس وقت اس حکم کی روشنی میں جس کو قضاوت معین کرتی ہے اس سے سیاسی موقف معین ہوتا ہے۔

ایسے میں سب سے انصاف کرنے والا خود انسان کا ضمیر ہوتا ہے وہ انصاف جس کو خدا نے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے۔

اسی طرح اس الٰہی محکمہ میں اہل بیت علیہم السلام کے زائر کو یہ گواہی دینی پڑے گی کہ حق اہل بیت علیہم السلام کا حصہ ہے اور انھیں کے ساتھ ہے، اور اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں کے خلاف یہ گواہی دے کہ وہ حق سے منحرف اور باطل کی طرف رجحان رکھنے والے تھے۔

پھر اس گواہی کے راستہ پر ولایت، برائت، روگردانی وسلام ولعنت کا موقف معین ہوتا ہے اب ہم ذیل میں شہادت اور موقف میں سے ہر ایک کے سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام سے منقولہ زیارات کی چند عبارتوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) شہادت

مقابلہ کے پہلے مرحلہ میں رسالت کی گواہی

جناب عمار کی زبانی جنگ کی دو قسمیں ہیں، ایک جنگ جو تنزیل قرآن پر ہوئی جو بدر اور احد میں ہوئی تھی اور دوسری جنگ تاویل قرآن پر ہوئی جو جمل، صفین اور کربلا میں ہوئی تھی یہ دونوں جنگیں آج تک قائم ہیں اور یہ آخر تک قائم رہیں گی۔ ہم پہلی جنگ کے سلسلہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"اشهد یا رسول الله مع کل شاهدواتحمّلها عن کلّ جاد:انك قد بلّغت رسالات ربّك، ونصحت لامتك، و جاهدت فی سبیل ربّك، واحتملت الاذیٰ فی جنبه، ودعوت الیٰ سبیله بالحکمة والموعظة الحسنة الجمیلة، وادّیت الحقّ الذی کان علیك، وانّك قد رؤفت بالمؤمنین وغلظت علیٰ الکافرین، وعبدت الله مخلصاً حتیّٰ اتاك الیقین، فبلغ اللهُ بك اشرف محل المکرمین، واعلیٰ منازل المقرّبین، وارفع درجات المسلمین حیث لایلحقك لاحق، ولایفوقك فائق، و لایسبقكَ سابق، ولایطمع فی ادراکك طامع۔"

"میں شہادت دیتا ہوں اے خدا کے رسول تمام شاہدوں کے ساتھ اور تمام منکروں کے مقابلہ میں کہ آپ نے اپنے پروردگار

کے پیغامات کو پہنچایا، اپنی امت کو نصیحت کی، راہ خدا میں جہاد کیا، اس کی راہ میں ہر زحمت کو برداشت کیا، لوگوں کو راہ خدا کی دعوت دی حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اور وہ سب کچھ ادا کر دیا جو آپ کے ذمہ تھا، آپ نے مومنین پر مہربانی کی اور کافروں پر سختی کی اور خلوص سے اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ زندگانی کا خاتمہ ہو گیا خدا آپ کو بزرگ بندوں کی عظیم ترین منزل تک پہونچائے اور آپ کو مقربین کے بلند ترین مرتبہ پر فائز کرے اور مرسلین کے عظیم ترین درجہ تک پہنچادے جہاں تک کوئی پہونچنے والا نہ پہنچ سکے اور کوئی اس سے بالاتر نہ جاسکے اور کوئی اس سے آگے نہ نکل سکے اور کسی میں اس منزل کو حاصل کرنے کی طمع بھی نہ ہو سکے“

احد کے شہیدوں کی قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں پڑھتے ہیں:

”واشهد کم انکم قدجاهدتم فی الله حقّ جهاده وذببتم عن دین الله وعن نبیه، وجدتم بانفسکم دونه، و اشهد انکم قُتِلْتُمْ علیٰ منهاج رسول الله، فجزا کم الله عن نبیه وعن الاسلام واهله افضل الجزاء، وعرفناوجوهکم فی رضوانه مع النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولٰئِكَ رفیقاً“

”اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضرات نے راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کیا اور دین خدا اور رسول خدا سے دفاع کیا اور اپنی جان قربان کردی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگ رسول اللہ کے طریقہ پر دنیا سے گئے خدا آپ کو اپنے پیغمبر اور اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین جزادے اور ہمیں محل رضا اور محل اکرام میں آپ کی زیارت نصیب کرے جہاں آپ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے جو بہترین رفقاء ہیں“

مقابلہ کے دوسرے مرحلہ میں امام علیہ السلام کی گواہی

اس گواہی کو زائر تاویل قرآن پر جنگ کر کے دائرۂ حدود میں ثبت کرتا ہے ہم ان فقروں کو امام امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اس طرح پڑھتے ہیں:

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُ اِنّهُ قَدْ بَلَّغَ عن رسولك ما حمّل و رعیٰ ما استحفظ، و حفظ ما استودع، و حلل حلالك، و حرّم حرامك، و اقام احکامك، و جاهد الناکثین فی سبیلك، و القاسطین فی حکمك، و المارقین عن امرك، صابراً، محتسباً لا تاخذه فیك لومة لائمٍ“۔

”خدایا میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المومنین نے تیرے رسول کی طرف سے دئے گئے بار کو پہونچا دیا اور اس کی رعایت کی جس کی حفاظت چاہی گئی اور جو امانت رکھی گئی تھی اس کی حفاظت کی اور تیرے حلال کو حلال اور تیرے حرام کو حرام باقی رکھا اور تیرے احکام کو قائم کیا اور ناکثین (طلحہ اور زبیر) کے ساتھ تیری راہ میں جہاد کیا اور قاسطین اور مارقین کے ساتھ تیرے حکم سے صبر اور تحمل کے ساتھ جہاد کیا اور تیری راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کی“

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دن سے مخصوص زیارت میں اس طرح پڑھتے ہیں:

كنت للمومنين ابارحيماً۔۔۔ وعلىٰ الكافرين صبا وغلظة وغيظاً، وللمؤمنين غيثا و خصبا و علما، لم تفلل حجّتك، و لم يزغ قلبك، و لم تضعف بصيرتك ولم تجبن نفسك كنت كالجبل، لا تحرّكه العواصف، و لا تزيله القواصف، كنت كما قال رسول الله قويا فى بدنك، متواضعاً فى نفسك، عظيماً عند الله، كبيراً فى الارض، جليلاً فى السماء، لم يكن لاحد فيك مهمز و لا لخلق فيك مطمع و لا لاحد عندك هوادة، يوجد الضعيف الذليل عندك قويا عزيزاً حتیّٰ تاخذله بحقه و القوى العزيز عندك ضعيفاً حتیّٰ تاخذ منه الحق"۔

"آپ مومنین کے لئے رحم دل باپ تھے۔۔۔آپ کافروں کے لئے سخت عذاب اور دردناک سزا تھے اور مومنوں کے لئے باران رحمت ہریالی اور علم کی حیثیت سے تھے آپ کی حجت کند نہیں ہوئی اور آپ کا دل کج نہیں ہوا آپ کی بصیرت کمزور نہیں ہوئی آپ کا نفس ڈرا نہیں آپ اس پہاڑ کے مانند تھے جس کو تیز ہوا ہلا نہیں سکتی اور آندھیاں اس کو ہٹا نہیں سکتیں آپ ویسے قوی بدن تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور اپنے نفس میں متواضع تھے اور خدا کے نزدیک عظیم تھے، زمین میں کبیر تھے اور آسمان میں جلیل تھے آپ کے بارے میں کسی کے لئے نکتہ چینی کا مقام نہیں ہے اور نہ کسی کہنے والے کے لئے اشارہ ہے اور آپ کے بارے میں کسی مخلوق کو غلط طمع ہے اور نہ کسی کے لئے بیجا امید ہے اپ کے نزدیک ہر ضعیف و کمزور ذلیل قوی اور عزیز رہتا ہے یہاں تک کہ آپ اس کے لئے اس کا حق لے لیں اور قوی عزت دار آپ کے نزدیک کمزور ہوتا ہے یہاں تک کہ اپ اس سے حق لے لیں'

دوسرے مرحلہ میں تاویل قرآن پر جنگ کرنے کی گواہی

اس کا پہلا حصہ تاویل کے دائرۂ میں جنگ صفین سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ کربلا سے متعلق ہے اور کربلا میں اس سلسلہ کی جنگ واضح وآشکار طور پر واقع ہوئی اس میں قلب سلیم رکھنے والے کے لئے کوئی شک وشبہ نہیں ہے اس کا ہر وہ شخص گواہ ہے جس کے پاس دل ہے یا جو قوت سماعت کا مالک ہے۔

اس جنگ میں امام حسین علیہ السلام اپنے ساتھ اپنے اہل بیت اور اصحاب میں سے بہتّر افراد نیز ایسی مومن جماعت کے ساتھ کھڑے ہوئے جو میدان کربلا میں کسی وجہ سے یا بلا وجہ غیر حاضر رہے۔۔۔اور دوسری طرف یزید آل امیہ اور ان کی شامی اور عراقی فوج نے قیام کیا۔

اس جنگ میں کسی شک وشبہ کے بغیر دونوں طرف کے محاذ اچھی طرح واضح ہوجاتے ہیں چنانچہ امام حسین علیہ السلام نبوت کی ہدایت کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور یزید سرکشوں، جباروں اور متکبروں کی بری شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

کربلا ان دونوں جنگوں کے مابین حد فاصل ہے واقعۂ کربلا سے لے کر آج تک کسی پر اس جنگ کا امر و مقصد مخفی نہیں رہا ہے اور وہ حق وباطل کی شناخت نہ کرسکا ہو مگر اللہ نے جس کی آنکھوں کا نور چھین لیا اس کے دلوں اور آنکھوں پر مہر لگادی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈالدئے ہیں۔

اس جنگ کے دائرہ حدود میں زائر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے نماز قائم کرنے زکات ادا کرنے اور "فی سبیل اللہ" جہاد کرنے کی گواہی دیتا ہے اور اس کے بعد اس جنگ کے پس منظر کو برقرار رکھتے ہوئے اس سلسلہ کو واقعہ کربلا کے بعد خدا کی طرف سے امامت ولایت اور قیادت سے متصل کرتا ہے ہم اس گواہی کے سلسلہ میں بہت سے فقرے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"اشهد انك قد بلغت عن اللهِ مَا امرك به ولم تخش احدا غيره، وجاهدت في سبيله، وعبدته مخلصاً حتىٰ اتاك اليقين۔ و اشهد انك كلمة التقوىٰ، و العروة الوثقىٰ، و الحجة علىٰ مَن يبقىٰ۔ و اشهد انك عبد الله و امينه، بلّغت ناصحاً و اديت اميناً، و قُتلتَ صدّيقاً، و مضيت علىٰ يقين، لم تؤثر عمىً علىٰ هدىٰ، و لم تُمل من حق الىٰ باطل۔ اشهد انك قد اقمت الصلاة، و آتيت الزكاة، وامرت بالمعروف ونهيت عن المنكر واتبعت الرسول وتلوت الكتاب حقّ تلاوته و دعوت الىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة۔ اشهد انك كنت علىٰ بيّنة من ربك قد بلّغت ما اُمرت به وقمت بحقّهِ، و صدّقت مَن قبلك غير واهن ولا موهن۔ اشهد ان الجهاد معك، وان الحقّ معك و اليك وانت اهله و معدنه، و ميراث النبوة عندك"۔

"اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ کے اس پیغام کو پہنچایا جس کا اس نے آپ کو حکم دیا تھا اور آپ خدا کے علاوہ کسی سے خائف نہیں ہوئے اور آپ نے راہ خدا میں جہاد کیا اور اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کی یہاں تک کہ آپ کو موت آ گئی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کلمۂ تقویٰ اور عروۂ وثقیٰ اور اہل دنیا پر حجت ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندہ اور اس کے امین ہیں، آپ نے ناصحانہ انداز میں پیغام حق پہنچایا اور امانت کو ادا کیا آپ صدیق شہید کئے گئے، اور یقین پر دنیا سے گئے، ہدایت کے بارے میں کبھی گمراہی کو ترجیح نہیں دی اور کبھی حق سے باطل کی طرف مائل نہیں ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی، اور زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا برائیوں سے روکا اور رسول کا اتباع کیا اور قرآن کی تلاوت کی جو تلاوت کا حق تھا اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ اپنے رب کی راہ کی طرف بلایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے اور جو آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اسی کو پہنچایا، اس کے حق کے ساتھ قیام کیا جس نے آپ کو قبول کیا اس کی آپ نے اس طرح تصدیق کی کہ نہ اس کی کوئی توہین ہو اور نہ آپ کی توہین ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ جہاد آپ کے ساتھ ہے اور حق آپ کی طرف ہے آپ ہی اس کے اہل اور اس کا معدن ہیں"

وارثت کی گواہی

یہی وہ امامت ہے جس کی ہم نے اس زیارت میں گواہی دی ہے اور وہ امامت حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ کی نسل در نسل باقی رہے گی یہ امامت درمیان میں منقطع ہونے والی نہیں ہے یہ امامت ائمۂ توحید کی امامت ہے جو تاریخ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے مستقر ہوئی ہے حضرت آدم حضرت نوح اور حضرت ابراہیم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی اور امام حسن تک پہنچی ہے

حضرت امام حسین علیہ السلام اس امامت کی تمام ارزشوں اور ذمہ داریوں کے وارث ہیں:

"اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۳۳ ذُرِّيَّةًۢ بَعۡضُهَا مِنۡۢ بَعۡضٍ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ‌ۚ ۝۳۴" [1]

"اللہ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے"

حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں اس وارثت کے عہدہ دار تھے: امام حسین علیہ السلام اس عظیم میراث کو کربلا تک لے گئے تاکہ لوگ اس کے ذریعہ دلیل پیش کریں اس کا دفاع کریں اس کی مخالفت کرنے والوں سے جنگ کریں یہ بلاغ المبین اسی رسالت کے لئے ہے جس میراث کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے آل ابراہیم اور آل عمران سے پایا تھا۔

اس معرکہ کے وسط میں زائر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے گواہی دیتا ہے:

۱۔ اس مقام پر واضح طور پر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یزید سے جنگ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمرود سے مقابلہ اسی طرح حضرت موسیٰ کا فرعون سے ٹکراؤ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابوسفیان سے مخالفت نیز حضرت علی کی معاویہ سے جنگ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔ تمام مرحلوں میں اس جنگ کا محور، روح توحید ہے۔

۳۔ جو میراث حضرت امام حسین علیہ السلام کو آل ابراہیم اور آل عمران سے ورثہ میں ملی جس کے لئے آپ نے کربلا کے میدان میں قیام کیا وہ میراث آپ کے بعد آپ کی ذریت میں موجود رہی انصار جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کا اتباع کیا اسی طرح یہ میراث ان کے تابعین جو آل ابراہیم اور آل عمران کی راہ سے ہدایت حاصل کرتے رہے ان میں باقی رہی۔

ہم صالحین کی وراثت کے سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے لئے زیارت وارثہ کے جملے پڑھتے ہیں:

"السلام علیك یاوارث آدم صفة الله، السلام علیك یاوارث نوح نبی الله السلام علیك یا وارث ابراهیم خلیل الله، السلام علیك یاوارث موسیٰ کلیم الله، السلام علیك یاوارث عیسیٰ روح الله، السلام علیك یاوارث محمّد حبیب الله، السلام علیك یاوارث امیر المؤمنین ولی الله"

"سلام آپ پر اے آدم صفی اللہ کے وارث، سلام آپ پر اے نوح نبی خدا کے وارث، سلام آپ پر اے ابراہیم خلیل خدا کے وارث، سلام آپ پر اے موسیٰ کلیم اللہ کے وارث، سلام آپ پر اے عیسیٰ روح اللہ کے وارث، سلام ہو آپ پر اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث، سلام ہو آپ پر اے امیر المومنین ولی اللہ کے وارث"

آل ابراہیم اور آل عمران کی اس وراثت کی اگرچہ قرآن کی آیت کے مطابق ایک نسل ذریت کی طرف نسبت دی گئی ہے:

---

[1] سورۂ آلِ عمران آیت/ ۳۳۔ ۳۴۔

"ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ" [1]

"یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے"

مگر یہ کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولائے کائنات کی جانب فرزندی کی طرف ذریتی انتساب کے عنوان کے علاوہ ایک اور عنوان ہے کیونکہ یہ عنوان براہ راست اس شہادت کے بعد وارد ہوا ہے:

"السلام علیك یابن محمّد المصطفیٰ، السلام علیك یابن علی المرتضیٰ السلام علیك یابن فاطمة الزهراء السلام یابن خدیجة الکبری"

"سلام آپ پر اے محمد مصطفےٰ کے فرزند سلام آپ پر اے علی مرتضیٰ کے دلبند سلام آپ پر اے فاطمہ زہرا کے لخت جگر سلام آپ پر اے خدیجۃ الکبریٰ کے فرزند"

شاہد و مشہود

زیارتوں میں گواہی سے متعلق روایات میں شاہد اور مشہود کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے ان گواہیوں میں زائر جس کی زیارت کر رہا ہے اس کی گواہی دیتا ہے:

"انّك قد اقمت الصلاة وآتیت الزکاة وامرت بالمعروف ونهیت عن المنکر وجاهدت فی سبیل الله حقّ جهاده"

"بیشک آپ نے نماز قائم کی زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جو جہاد کا حق تھا"

پس زائر شاہد اور جس کی زیارت کر رہا ہے وہ مشہود لہ ہے اور اس کا عکس بھی صحیح ہے

بیشک اللہ کے انبیاء علیہم السلام اس کے رسول اور ان کے اوصیاء امتوں پر شاہد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اوصیاء اس امت کے شاہد ہیں۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ" [2]

"اور قیامت کے دن ہم ہر گروہ کے خلاف انھیں میں کا ایک گواہ اٹھائیں گے اور پیغمبر آپ کو ان سب کا گواہ بنا کر لے آئیں گے۔۔۔"

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾" [3]

---

[1] سورۂ آل عمران آیت/ ۳۴۔

[2] سورۂ نحل آیت/ ۸۹۔

[3] سورۂ احزاب آیت/ ۴۵۔

"اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، عذاب الٰہی سے ڈرانے والا"

"وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ" [۱]

"اور تحویل قبلہ کی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے تا کہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو اور پیغمبر تمہارے اعمال کے گواہ رہیں"

"وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ" [۲]

"تا کہ خدا صاحبان ایمان کو دیکھ لے اور تم میں سے بعض کو شہداء قرار دے اور وہ ظالمین کو دوست نہیں رکھتا ہے"

"فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ" [۳]

"وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین"

پس زائرین شاہد کی منزل سے مشہود کی منزل میں پہونچ جاتے ہیں اسی طرح مشہود لہ جن کے لئے ہم نماز زکات، امر بالمعروف اور جہاد کی گواہی دیتے ہیں وہ شاہد بن جاتے ہیں۔

زیارتوں میں وارد ہوا ہے:

"انتم الصراط الاقوم وشهداء دار الفناء وشفعاء دار البقاء"

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی آٹھویں زیارت میں آیا ہے:

"مضيت للذى كنت عليه شهيداً وشاهداً ومشهوداً"

"اور جس مقصد پر آپ تھے اسی پر شہید ہوئے اور شاہد و مشہود ہوئے"

(۲) الموقف

شہادت کے فیصلہ میں حکم کا تابع ہے اور حکم سیاست میں موقف کا تابع ہوتا ہے۔

موقف کو واضح وصاف شفاف اور قوی ہونا چاہئے نیز نفس کو قربانی اور فداکاری کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔

اور مسلمانوں کی تاریخ صفین اور کربلا جیسے واقعات میں ان افراد سے مخصوص نہیں ہے جو اس حادثہ کے زمانہ میں موجود تھے بلکہ یہ موقف خوشنودی، رضایت، محبت اور دشمنی کا لحاظ ان افراد کے لئے بھی ہوگا جو اُس حادثہ کے زمانہ میں موجود نہیں تھے۔

تاریخ میں یہ ایام فرقان کی خصوصیات میں سے ہے جن میں لوگ دو ممتاز محاذوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور ان میں سے ہر

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت/ ۱۴۳۔
[۲] سورۂ آل عمران آیت/ ۱۴۰۔
[۳] سورۂ نساء آیت/ ۶۹۔

ایک سے اختلاف برطرف ہوجاتا ہے جس کی بناء پر حق اور باطل کسی شخص پر مخفی نہیں رہ جاتا مگر یہ کہ اللہ نے اس کے دل، کان اور آنکھ پر مہر لگادی ہو۔

یہ ایام لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور اُن کو تاریخ میں خوشنودگی ناراضگی، محبت اور دوستی کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور تیسرے فریق کو میدان میں چھوڑتے رہے ہیں صفین اور کربلا انھیں میں سے ہے۔

جو شخص بھی دونوں برسر پیکار فریقوں کو درک کرکے بدر، صفین اور کربلا کے واقعہ کا جائزہ لے وہ یا تو اِس فریق کی طرفداری کرے گا اور اس محاذ میں داخل ہوجائیگا یا دوسرے فریق کی طرفداری کرے گا اور دوسرے محاذ میں داخل ہوجائیگا اس کو ان دونوں میں سے کسی ایک سے مفر نہیں ہے اور یہی موقف ہے۔

خداوند عالم سید حمیری پر رحم کرے جنھوں نے اس تاریخی پہلو کو حق اور باطل کے درمیان ہونے والی جنگ کو اشعار میں بیان کیا ہے:

انی ادین بما دان الوصی به یوم الربیضة من قتل المحلینا
و بالذی دان یوم النهر دنت له وصافحت کفه کفی بصفینا
تلك الدماء جمیعاربّ فی عُنُقی ومثله معه آمین آمینا

"میں جنگ جمل کے دن اسی موقف کا حامل ہوں جس کو مولائے کائنات نے اختیار کیا تھا یعنی مخالفین کو قتل کرنا"

"اور نہروان کے دن بھی ایسے ہی موقف کا حامل ہوں اور میرا یہی حال صفین کے سلسلہ میں ہے"

"پروردگار وہ سارے خون میری گردن پر ہیں اور مولائے کائنات کے ساتھ ایسے وقائع میں ہمراہی کے لئے میں ہمیشہ آمین کہتا رہتا ہوں"

جو کچھ صفین اور کربلا کی جنگ میں رونما ہوا وہ حقیقی اور آمنے سامنے کی جنگ تھی جو مصاحف کے اٹھ جانے اور حکمین کے صفین میں حکم کرنے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے شہید ہوجانے سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ صفین اور کربلا کو مخصوص طور پر یاد کیا جانے لگا اس لئے کہ یہ ہمارے نظریہ کے مطابق تاریخ اسلام میں حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی جنگیں تین ہیں جنگ بدر، صفین اور کربلا تاریخ اسلام میں ان ہی تینوں کو ایام فرقان کہا جاتا ہے۔

یہ جنگ آج بھی فریقین کے درمیان اسی طرح باقی وساری ہے۔۔۔ یہ تاریخ ہے۔ اگر چہ تاریخ موجودہ امت کے لئے یہی سیاسی اور متمدن تاریخ کی ترکیب شدہ شکل ہے اور ماضی (گزرے ہوئے زمانہ) اور موجودہ زمانہ میں فاصلہ ڈالنا نہ ممکن ہے اور نہ ہی صحیح ہے۔ چونکہ فرزند اپنے آباء واجداد سے "مواقع" اور "مواقف" میں میراث پاتے ہیں۔ موقف سے ہماری مراد تاریخ میں حادث ہونے والے واقعات ہیں اور واقعہ حادث ہونے کے وقت انسان پر اپنے رفتار وگفتار سے عکس العمل دکھانا واجب ہے اس کو موقف کہا جاتا ہے۔ تو جب یہ جنگ ثقافتی جنگ تھی اور سمندر کے کسی جزیرہ یا زمین کے کسی ٹکڑے سے مخصوص نہیں تھی تو یہ جنگ یقیناً ایک نسل

سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوگی ماضی کو پارہ کر کے حال سے متصل ہوجائیگی اوراس کو اولاد اپنے آباءواجداد سے میراث میں پائیگی ایسی صورت میں موقف کو موقع سے جدا کرنا ممکن نہ ہوگا جس کی بناء پر یہ مواقع موجودہ نسل کی طرف دونوں برسر پیکار فریقوں میں سے ہرایک کے موقف کی حمایت کی بناء پر منتقل ہوجائیں گے۔

یہ میراث ایک فریق سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جس طرح مواقع ومواقف سے صالحین کو صالحین کی میراث ملتی ہے اسی طرح مستکبرین اوران کی اتباع کرنے والے مستکبرین کے مواقع اور مواقف کی میراث پاتے ہیں۔ہم اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں واضح طور پر مواقف کی میراث کامختلف صورتوں میں زیارتوں میں مشاہدہ کرتے ہیں ہم ذیل میں ان کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں:

ولایت وبرائت

اس کا آشکار نمونہ اولیاء اللہ سے دوستی اور خدا کے دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے اس دوستی اور دشمنی کا مطلب ان جنگوں اور ٹکراؤ سے خالی ہونا نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کا ایسا جزء ہے جو اِن جنگوں میں سیاسی موقف سے جدا نہیں ہوسکتا جس کو اسلام نے دوحصوں میں تقسیم کردیا ہے ہم دوستی کے سلسلہ میں زیارت جامعہ معروفہ میں پڑھتے ہیں:

"اشهد الله واشهدكم انى مؤمن بكم و بما آمنتم به، كافر بعدوكم و بما كفرتم به مستبصر بكم و بضلالة من خالفكم، موال لكم ولاوليائكم مبغض لاعدائكم ومعادٍلهم، سلم لمن سالمكم وحرب لمن حاربكم محقق لما حققتم، مبطل لما ابطلتم"

"میں خدا کو اور آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپ پر اور ہراس چیز پر ایمان رکھتا ہوں جس پر آپ کا ایمان ہے،آپ کے دشمن کا اور جس کا آپ انکار کردیں سب کا منکر ہوں آپ کی شان کو اور آپ کے دشمن کی گمراہی کو جانتا ہوں۔آپ کا اور آپ کے اولیاء کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں اوران سے عداوت رکھتا ہوں اس سے میری صلح ہے جس سے آپ نے صلح کی ہے اور جس سے آپ کی جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے جسے آپ حق کہیں وہ میری نظر میں بھی حق ہے اور جس کو آپ باطل کہیں وہ میری نظر میں بھی باطل ہے"

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام میں پڑھتے ہیں:

"لعن الله امة اسست اساس الظلم والجور عليكم اهل البيت، ولعن الله امة دفعتكم عن مقامكم وازالتكم عن مراتبكم التى رتبكم الله فيها"

"خدایا!اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کے اہل بیت پر ظلم وجور کئے اوراس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کو آپ کے مقام سے ہٹادیا اوراس جگہ سے گرادیا جس منزل پر خدانے آپ کو رکھا تھا"اور

"اللهم العن اول ظالم ظلم حقّ محمّدوآل محمّدوآخر تابع له على ذلك، اللهم العن

العصابة التی جاهدت الحسین و شایعت و تابعت علی قتله اللهم العنهم جمیعا"

"خدایا! اس پہلے ظالم پر لعنت کر جس نے محمد و آل محمد پر ظلم کیا ہے اور اس کا اتباع کرنے والے ہیں۔ خدایا! اس گروہ پر لعنت کر جس نے حسین سے جنگ کی اور جس نے جنگ پر اس سے اتفاق کر لیا اور قتل حسین پر ظالموں کی بیعت کر لی"

زیارت عاشوراء غیر معروفہ میں آیا ہے:

"اللّهم وهذا یوم تجدد فیه النقمة و تنزل فیه اللعنة علی یزید و علی آل زیاد و عمر بن سعد و الشمر۔ اللّهم العنهم و العن مَن رضی بقولهم و فعلهم من اول و آخر لعناً کثیرا و اصلهم حر نارك و اسکنهم جهنم و ساء ت مصیرا، و اوجب علیهم و علی کلّ مَن شایعهم و بایعهم و تابعهم و ساعدهم و رضی بفعلهم لعنا تك التی لعنت بها کل ظالم و کل غاصب و کل جاحد، اللهم العن یزید و آل زیاد و بنی مروان جمیعا، اللّهم و ضاعف غضبك و سخطك و عذابك و نقمتك علی اوّل ظالم ظلم اهل بیت نبیك، اللّهم و العن جمیع الظالمین لهم و انتقم منهم انك ذو نقمة من المجرمین"

"خدایا! یہ وہ دن ہے جب تیرا غضب تازہ ہوتا ہے اور تیری طرف سے لعنت کا نزول ہوتا ہے یزید، آل زیاد، عمر بن سعد اور شمر پر۔ خدایا ان سب پر لعنت کر اور ان کے قول و فعل پر راضی ہو جانے والوں پر بھی لعنت کر چاہے اولین میں ہوں یا آخرین میں سے کثیر لعنت فرما اور انھیں آتش جہنم میں جلا دے اور دوزخ میں ساکن کر دے جو بدترین ٹھکانا ہے اور ان کے لئے اور ان کے تمام اتباع اور پیروی کرنے والوں اور ان کے فعل سے راضی ہو جانے والوں کے لئے ان لعنتوں کے دروازے کو کھول دے جو تو نے کسی ظالم، غاصب، کافر، مشرک اور شیطان رجیم یا جبار و سرکش پر نازل کی ہے۔ خدا لعنت کرے یزید و آل یزید اور بنی مروان پر خدایا اپنے غضب اپنی ناراضگی اور اپنے عذاب و عقاب کو مزید کر دے اس پہلے ظالم پر جس نے اہل بیت پیغمبر پر ظلم کیا ہے اور پھر ان کے تمام ظالموں پر لعنت کر اور ان سے انتقام لے کہ تو مجرمین سے انتقام لینے والا ہے"

رضا اور غضب

دوستی اور دشمنی میں رضا اور غضب بھی داخل ہے: رضا یعنی جس سے اولیاء اللہ راضی ہوتے ہیں غضب جن سے اولیاء اللہ غضب ناک ہوتے ہیں۔

خوشی اور غضب، محبت اور عداوت ایمان کی واضح نشانیاں ہیں اور ان کے ستون میں سے ہیں یہ سیاسی موقف کے لئے عمیق فکر ہے ان دونوں (رضا اور غضب) کے بغیر سیاسی موقف مضمحل اور پائیدار نہیں ہے۔

یہ وہ رابطہ اور ذاتی ایمان ہے جو سیاسی موقف کو عمق، مقاومت اور استحکام عطا کرتا ہے رضا اور غضب کے سلسلہ میں زیارت صدیقہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام میں آیا ہے:

"اشهد الله و رسله و ملائکته انی راض عمّن رضیت عنه ساخط علی مَن سخطت علیه، متبرء

"من تبرّئت منه موالٍ لمن والیت معادٍ لمَن عادیت مبغض لمن ابغضت، محبّ لمن احبّبت"

"میں اللہ، رسول اور ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس شخص سے راضی ہوں جس سے آپ راضی ہیں اور ہر اس شخص سے ناراض ہوں جس سے آپ ناراض ہیں ہر اس شخص سے بیزار ہوں جس سے آپ بیزار ہیں آپ کے چاہنے والوں کا چاہنے والا آپ کے دشمنوں کا دشمن، آپ سے بغض رکھنے والوں کا دشمن اور آپ سے محبت کرنے والوں کا دوست ہوں"

اور زیارت کے دوسرے فقرے میں آیا ہے:

"اشهد انی ولی لمن والاك وعدولمن عاداك وحرب لمن حاربك"

"میں آپ کے دوستوں کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں جو آپ سے جنگ کرنے والے ہیں اس سے ہماری جنگ ہے"

سلم اور تسلیم

موقف کی خصوصیات میں سے سلم اور تسلیم ہے تسلیم کا سلم وصلح سے بلند مرتبہ ہے لہٰذا موقف میں سب سے پہلے مسالحت صلح ہونی چاہیئے اور سلم میں اللہ، رسول اور اولیاء اللہ اور اس کے صالحین بندوں کی اتباع کی جائے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّةً"[1]

"ایمان والو تم سب مکمل طریقہ سے اسلام میں داخل ہو جاؤ"

اس سے چیلنج کو شامل نہ کیا گیا ہو:

"اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّهٗ مَنۡ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیۡهَا"[2]

"کیا یہ نہیں جانتے ہیں کہ جو خدا اور رسول سے مخالفت کرے گا اس کیلئے آتش جہنم ہے اور اسی میں ہمیشہ رہنا ہے"

نہ اللہ کے سامنے سرکشی اور استکبار کیا جائے:

"وَلَا تَطۡغَوۡا فِیۡهِ فَیَحِلَّ عَلَیۡکُمۡ غَضَبِیۡ"[3]

"اور اس میں سرکشی اور زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب نازل ہو جائے"

مخالفت نہ ہو:

"وَاِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ"[4]

---

[1] (۱) سورۂ بقرۃ آیت/ ۲۰۸۔

[2] سورۂ توبۃ آیت/ ۶۳۔

[3] سورۂ طٰہٰ آیت/ ۸۱۔

[4] سورۂ حج آیت ۵۳۔

"اور ظالمین یقینا بہت دوررس نافرمانی میں پڑے ہوئے ہیں"

دوسرے مرحلہ میں اس موقف کو رسول اور مسلمین کے امور کے سرپرستوں سے تسلیم کی اطاعت پر قائم ہونا چاہئے صلح اور تسلیم میں سے ہرایک کو انسان کی نیت، قلب، عمل اور رفتار میں ایک ہی وقت میں رچ بس جانا چاہئے صلح، تسلیم اور پیروی دل سے ہونی چاہئے اور جب ایسی صورت حال ہو اور سیاسی موقف، نیت، عمل اور باطن وظاہر میں صلح وتسلیم سے متصف ہو تو لوگ اکٹھا ہوکر اس موقف کو اختیار کریں اور اس موقف کے لوگ اس کے خلاف موقف والوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں مومن انسان اکیلا ہی ایک امت شمار ہوگا جو امت کا پیغام لے کر قیام کرتا ہے اور وہ امت کی طرح پائیدار اور مضبوط ہوگا جیسا کہ ہمارے باپ ابوالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی قرآن کی نص کے مطابق ایک امت تھے:

"اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝۱۲۰"[1]

"بیشک ابراہیم ایک مستقل امت اور اللہ کے اطاعت گذار اور باطل سے کترا کر چلنے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے"

اور صلح وسلامتی کے بغیر تاریخ میں کوئی موقف رونما نہیں ہوتا اور اگر ہم موقف کو صلح وسلامتی سے خالی کردیں تو موقف کالعدم ہو جائیگا صلح تسلیم خدا اور رسول اور مسلمانوں کے پیشواؤں کی ہر بیعت کی جان ہے کیونکہ بیعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم کی عطا کردہ ہر چیز منجملہ محبت، نفرت، جان، مال اور اولاد کو یکبارگی خداوند عالم کے ہاتھوں فروخت کردے اور وہ دل خداوند عالم کیلئے ہر چیز سے خالی ہوجائے، پھر اس کے بعد اپنے معاملہ پر نہ حسرت کرے اور ہی اپنے کام میں شک کرے کیونکہ وہ اب ہر چیز خداوند عالم کے ہاتھوں بیچ چکا ہے اور اس کی قیمت لے چکا ہے لہٰذا نہ معاملہ فسخ کرسکتا ہے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کرسکتا ہے اور یہ سودمند معاملہ ہے یہ امور مسلمین کے سرپرستوں اور مومنین کے پیشواؤں کے موقف کی جان ہے جنھوں نے اس سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام ج (ومسلمانوں کے امام ہیں) کی زیارت میں انے والی عبارتوں پر غور کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

"فَقَلبِي لَكُم مُسَلِّمٌ ونصرتي لكم معدة حتّیٰ یحکم الله بدينه فمعكم معكم لا مع عدو كم"

"میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میری نصرت آپ کے لئے حاضر ہے یہاں تک کہ پروردگار اپنے دین کا فیصلہ کردے تو میں اپ کے ساتھ ہوں آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں"

حضرت امام حسن علیہ السلام کی زیارت میں وارد ہوا ہے:

"لبيك داعي الله ان كان لم يجبك بدني عند استغاثتك ولساني عند استنصارك قد اجابك قلبي وسمعي وبصري"

---

[1] سورۂ نحل آیت/ ۱۲۰۔

"میں نے خداوند عالم کی دعوت پر لبیک کہی اے اللہ کی طرف بلانے والے اگر چہ میرے جسم نے آپ کے استغاثہ کے وقت لبیک نہیں کہی اور میری زبان نے آپ کے طلب نصرت کے وقت جواب نہیں دیا لیکن میرے دل، کان اور آنکھ نے لبیک کہی"

زیارت حضرت ابوالفضل العباس:

"وقلبی لکم مسلّم وانالکم تابع ونصرتی لکم معدۃ حتی یحکم اللہ وھو خیر الحاکمین"

"میرا دل آپ کے سامنے جھکا ہے اور تابع فرمان ہے اور میں آپ کا تابع ہوں اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ خدا فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام روز اربعین:

"وقلبی لقلبکم سلم، وامری لامرکم متبع، ونصرتی لکم معدۃ، حتّیٰ یاذن اللہ لکم، فمعکم معکم لامع عدوکم"

"اور میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میرا امر آپ کے امر کے تابع ہے اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ اللہ آپ کو اجازت دے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں ہیں"

یہ معیت جس کو زائر اپنے موقف اور ائمہ مسلمین سے دوستی کے ذریعہ آمادہ و تیار کرتا ہے یہ موقف اور دوستی کی روح ہے۔ ان کی خوشی و غم، صلح و جنگ آسانی عافیت اور سختی و مشکل میں ساتھ رہنا دنیا میں ان کے ساتھ رہنا انشاء اللہ آخرت میں ان کے ساتھ رہنا ہے۔

انتقام کے لئے مدد کی دعا

موقف کے مطالبوں میں سے ایک مطالبہ مدد کے لئے دعا مانگنا ہے۔ جب موقف کا سرچشمہ سچا دل ہوگا تو انسان اللہ سے مسلمانوں کے امام اور مسلمانوں کی مدد کے لئے ہر وسیلہ سے دعا مانگے گا دعا کے ان وسائل میں سے ایک وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا مانگنا ہے اور دعا ان وسائل میں سے سب سے افضل اور بہترین وسیلہ ہے مگر دعا عمل، عطا اور قربانی دینے سے مستغنی نہیں ہے۔

سیاسی موقف کے ستون کے لئے اس مضمون کی دعا اہلبیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں ہے اور ہم ذیل میں اس دعا کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ہم آل محمد علیہم السلام سے مہدی منتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"اللّھم انصرہ وانتصر بہ لدینك، وانصر بہ اولیائك، اللّھم واظھر بہ العدل، وایّدہ بالنصر، وانصر ناصریہ واخذل خاذلیہ، واقصم بہ جبابرۃ الکفر واقتل الکفار والمنافقین واملا بہ الارض عدلاً واظھر بہ دین نبیك"

"خدایا! اپنے ولی کی نصرت فرما اور ان کے ذریعہ دین کی مدد فرما اپنے اولیاء اور ان کے اولیاء کی مدد فرما۔۔۔ اور ان کے

ذریعہ عدل کوظاہر فرمانااوراپنی نصرت سے ان کی تائید فرمانا ان کے ناصروں کی مدد کرنااوران کورسوا کرنے والوں کوذلیل کراور دشمنوں کی کمر توڑ دے تمام جابر کافروں کی کمر توڑ دے تمام کفار ومنافقین اور تمام ملحدین کوفنا کردے۔۔۔اوران کے ذریعہ زمین کوعدل سے بھر دے اوران کے ذریعہ اپنے نبی کے دین کوغالب فرما"

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے لئے دعاؤں کے چند نمونے:

"اللّهم انّك ايدت دينك فى كل اوان بامام أقمته لعبادك و منارا فى بلادك بعدان اوصلت حبله بحبلك، و جعلته الذريعة الى رضوانك... اللهم فاوزع لوليك شكر ما انعمت به عليه، و اوزعنا مثله فيه، و آته من لدنك سلطانا نصيرا، و افتح له فتحا يسيراً و أعنه بر كنك الاعز، و اشدد ازره، و قوّ عضده وراعه بعينك، و احمه بحفظك، و انصره بملائكتك و امدد بجندك الاغلب، واقم به كتابك وحدودك وشرائعك وسنن رسولك واحيى به ما اماته الظّالمون من معالم دينك، واجل به صدأ الجور عن طريقك، وابن به الضراء من سبيلك، وازل به الناكبين عن صراطك وامحق به بغاة قصدك عوجاً، والن جانبه لاوليائك، وابسط يده على اعدائك، وهبّ لنا رافته ورحمته وتعطفه وتحنّنه، واجعلنا له سامعين مطيعين، وفى رضاه ساعين والى نصرته والمدافعة عنه مكنفين"

"بارالہا! تونے اپنے دین کی، ہر زمانہ میں ایسے امام کے ذریعہ نصرت کی ہے جس کو تونے اپنے بندوں کے لئے منصوب فرمایا اپنی مملکت میں منارۂ ہدایت قرار دیا اس کے بعد جبکہ تونے اس کواپنی رضا تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیا بارالہا لہٰذا اپنے ولی کواپنے اوپر نازل ہونے والی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمااوراس سلسلہ میں ہم کوبھی شکرادا کرنے کی توفیق عطا فرما اپنی جانب سے اس امام کوکامیاب حکومت عطا فرما آسانی کے ساتھ فتح ونصرت عطا فرمااپنے مضبوط ارکان کے ذریعہ اس کی مدد فرمااس کوہمت دے، اس کو قوی کر، اس کی نگرانی کر، اپنے ملائکہ کے ذریعہ اس کی مدد کر، اپنے فاتح لشکر کے ذریعہ ظفریاب کر، اس کے ذریعہ اپنی کتاب، حدود شریعت اوراپنے رسول کی سنتوں کوقائم کر، اس کے ذریعہ اپنے دین کی ان نشانیوں کوزندہ کرجن کوظالمین نے مردہ کردیا ہے، اس کے ذریعہ اپنی راہ سے انحراف کی جلا بخش، اس کے ذریعہ اپنی تاریک راہ کوروشن کر، اس کے ذریعہ اپنی راہ سے دوری اختیار کرنے والوں کو نابود کر، اس کے ذریعہ تیرا بیجا طور پر قصد کرنے والوں کوفنا کردے، اس کواپنے دوست داروں کے لئے خوش اخلاق کردے اس کواپنے دشمنوں پر مسلّط کردے اس کی محبت سے ہم کو بہرہ مند فرما، ہم کواس کا اطاعت گذار قرار دے اس کی رضا کے سلسلہ میں کوشش کرنے والاقرار دے اس کی مدداور دفاع کرنے کے سلسلہ میں آمادہ کردے"

نیز زیارت امام صاحب الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہے:

"اللّهم انجزلوليك ماوعدته، اللّهم اظهر كلمته واعل دعوته وانصره على عدوه وعدوك، اللّهم انصره نصراعزيزاً، وافتح له فتحايسيراً، اللّهم واعزّبه الدين بعدالخمول، واطلع به الحق

بعدالافول، واجل به الظلمة، واکشف به الغمة،
وآمن به البلادواهدبه العباد، اللّهم املأبه الارض عدلاًوقسطاًکماملئت ظلماًوجوراً"

"خدایا! جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اسے اپنے نبی کیلئے پورا کردے خدایا! اس کے کلمہ کو ظاہر کردے اور اس کی دعوت کی آواز کو بلند کر اور اس کے اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس کی مدد فرما۔۔۔خدایا! اس کی غلبہ عطا کرنے والی مدد سے مدد کر اور اس کو آسانی سے مکمل فتح عطا کر خدایا! اس کے ذریعہ سے گمنامی کے بعد دین کو غلبہ عطا کر اور اس کے ذریعہ حق کو ڈوبنے کے بعد طالع کر اور اس کے ذریعہ سے ظلمت کو نورانیت عطا کر اور اس کے ذریعہ مشکلات کو دور فرما اور خدایا اس کے ذریعہ شہروں کو امن عطا کر اور بندوں کی ہدایت کر خدایا اس کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے بھردے جبکہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہو"

انتقام اور خون خواہی کے لئے دعا

"انتقام" اور انتقام کے لئے دعا مانگنا موقف کا جزء ہے حضرت ابراہیم بلکہ حضرت نوح سے لے کر آج تک خاندان توحید کا ایک ہی موقف ہے۔ ان کا راستہ اور ان کی غرض وغایت ومقصد ایک ہے اور یہ موقف حضرت ابراہیم سے لے کر امام مہدی کے ظہور تک اس طرح باقی رہے گا تاکہ خداوندعالم ان کے ذریعہ اس خون واشک کے فتوحات، اور مشکلات کی راہ میں ان کو فتح ونصرت عطا کرے اور خدا ان لوگوں سے جنھوں نے ان کو شہید کیا، ان پر ظلم وستم کیا اس راستہ میں ظلم وستم کرنے والوں کی قیادت کی، ان کے رہبر، ان کی نسل اور جنھوں نے اللہ کے دین سے روکا ان سے انتقام لے۔

اس خاندان پر سب سے زیادہ ظلم وستم، مصائب، پیاس قتل وغارت کربلا کے میدان میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب پر ڈھائے گئے۔

ہم خداوند قدوس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو ان لوگوں سے انتقام لینے والوں میں سے قرار دے جنھوں نے ظلم وستم ڈھائے، اس روش پر برقرار رہے، ان کی اتباع کی اور جو ان کے اس فعل پر راضی رہے۔

"اللّهم واجعلنامن الطالبين بثأره مع امام عدل تعزّبه الاسلام وأهله يارب العالمين"

"خدایا! ہم کو امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے والوں میں امام عادل (امام زمانہ) کے ساتھ قرار دے جس کے ذریعہ تو اسلام اور اہل اسلام کو عزت دے گا اے عالمین کے پروردگار"

۱۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کیلئے دعا

ان پر درود اور خداوندعالم کی جانب سے ان کیلئے طلب رحمت:

"اللّهم صلّ على محمّدوآله صلوات تجزل لهم بهامن نحلك وكرامتك، وتكمل لهم الاشياء من عطاياك ونوافلك، وتوفّرعليهم الحظ من عوائدك وفواضلك"

"خدایا! محمد وآل محمد پر ایسے درود بھیج جس کے ذریعہ تو ان کیلئے اپنی بزرگواری اور کرم کو وافر مقدار میں ان کو عطا کر اور ان کیلئے اپنی بخششیں کامل کر اور ان پر بکثرت اپنی نعمتیں نازل فرما"

"اللّھم صلّ علی محمّد وبارك علی محمّد وآل محمّد، کأفضل ماصلّیت وبارکت وترحمت وتحنّنت وسلّمت علی ابراھیم وآل ابراھیم"

"خدایا محمد اور آل محمد پر درود بھیج اور محمد وآل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح کہ تو نے صلوات و برکت ورحمت، مہربانی اور سلام ابراہیم اور آل ابراہیم پر قرار دیا ہے،

۲۔ رسول کیلئے دعا: رسول اور اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ میں یہ دعا خدا ان کو اپنے بندوں کیلئے اپنی رحمت تک پہنچنے کا ذریعہ اور شفیع قرار دے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

"اللّھم اعط محمداً الوسیلة والشرف والفضیلة والمنزلة الکریمة اللھم اعط محمّداً اشرف المقام وحباء السلام وشفاعة الاسلام، اللّھم الحقنا به غیر خزایا ولا ناکثین ولا نادمین"

"خدایا! محمد کو وسیلہ، شرف اور فضیلت اور کریم منزلت عطا فرما خدایا تو محمد کو بہترین مقام اور سلام کا تحفہ اور شفاعت اسلام عطا کر خدایا ہم کو ان سے اس طرح ملا کہ نہ رسوا و ذلیل ہوں نہ عہد کے توڑنے والے اور نہ شرمندہ ہوں"

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

"اللھم واعطه الدرجة والوسیلة من الجنة وابعثه المقام المحمود، یغبطه به الاوّلون والآخرون"

"خدایا! ان کو بلند درجہ عطا کر اور وسیلۂ جنت عطا کر اور ان کو مقام محمود پر مبعوث کر کہ ان پر اولین وآخرین غبطہ کریں"

۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام سے اللہ کے اذن سے توسل کرنا:

"فاجعلنی اللّھم بمحمّد واھل بیته عندك وجیھاً فی الدنیا والآخرة، یا رسول الله انی اتوجه بك الی الله ربّك وربی لیغفرلی ذنوبی ویتقبل منی عملی ویقضی لی حوائجی فکن لی شفیعاً عند ربّك وربی فنعم المسؤول المولیٰ ربی ونعم الشفیع أنت یا محمّد علیك وعلی أھل بیتك السلام"

"بارالہا! پس مجھ کو محمد اور ان کے اہل بیت کے نزدیک دنیا اور آخرت میں سرخرو قرار دے یا رسول اللہ بیشک میں آپ کے اور اپنے پروردگار کی طرف آپ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ میرے گناہ بخش دے اور مجھ سے میرا عمل قبول کرے اور میری حاجتیں پوری کرے، لہٰذا آپ اپنے اور میرے پروردگار کے نزدیک میرے شفیع ہو جائیے کیونکہ پروردگار بہت اچھا آقا اور سوال کرنے کے لائق ہے اور اے محمد! آپ بہترین شفیع ہیں آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود وسلام ہو"

زیارت ائمۂ اہل بقیع علیہم السلام میں آیا ہے:

"وهذا مقام مَن اسرف وأخطأواستكان، وأقرّ بما جنیٰ، ورجیٰ بمقامه الخلاص... فكونوالی شفعاء فقد وفدت اليكم اذ رغب عنكم أهل الدنيا واتخذوا آيات الله هزواًواستكبروا عنها"

"آپ کے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے زیادتی کی ہے غلطی کی ہے مسکین ہے، اپنے گناہوں کا معترف ہے اور اب نجات کا امیدوار ہے۔۔۔آپ اہل بیت اس کی بارگاہ میں میرے شفیع بن جائیں کہ میں آپ کی بارگاہ میں اس وقت آیا ہوں جب اہل دنیا آپ سے کنارہ کش ہوگئے اور انھوں نے آیات خدا کا مذاق اڑایا ہے"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ علیہ السلام کی زیارت میں آیا ہے:

"اتيتك من شقة طالب فكاك رقبتي من النار وقد أ و قرت ظهري ذنوبي وآتيت ما اسخط ربي ولم أجد أحداً افزع اليه خيراً لي منكم أهل بيت الرحمه فكن لي شفيعاً"

"میں بہت دور سے آیا ہوں میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ میری گردن کو جہنم سے آزاد کردے کہ گناہوں نے میری کمر توڑ دی ہے اور میں نے وہ کام کئے ہیں جنھوں نے میرے خدا کو ناراض کردیا ہے اور اب کوئی نہیں ہے جس کے سامنے فریاد کروں یا آپ سے بہتر ہو آپ اہل بیت رحمت ہیں لہٰذا روز فقر وفاقہ میری شفاعت فرمائیں"

۴۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب اہل بیت علیہم السلام کی ہمنشینی قیامت میں ان کی ہمسائیگی اور دنیا میں ان کی ہدایت اور ان کے راستہ پر ثابت قدمی کا سوال کرکے متوجہ ہونا اور یہ کہ ہم دنیا میں انھیں کی طرح زندہ رہیں اور ہم کو انھیں کی طرح موت آئے اور ہم آخرت میں اُن ہی کے گروہ بلکہ ان ہی کے ساتھ محشور کئے جائیں جیسے اللہ نے مجھے دنیا میں ان کی ہدایت اور ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں وارد ہوا ہے:

"اللّهم وأعوذبكرم وجهك أن تقيمني مقام الخزی والذّل يوم تهتك فيه الأستار و تبدو فيه الأسرار، وترعد فيه الفرائص ويوم الحسرة والندامة، يوم الآفكة، يوم الآزفة، يوم التغابن، يوم الفصل، يوم الجزاء، يوماًكان مقداره خمسين الف سنة، يوم النفخة، يوم ترجف الراجفة، تتبعها الرادفة، يوم النشر، يوم

العرض، يوم يقوم الناس لربّ العالمين، يوم يفرّ المرء من اخيه وامّه وأبيه وصاحبته وبنيه، يوم تشقق الارض واكناف السماء، يوم تأتي كلّ نفس تجادل عن نفسها، يوم يُردون الى الله فيُنبؤهم بما عملوا، يوم لايغني مولیٰ عن مولیٰ"

"اور میں تیری کریم ذات کی پناہ میں آیا ہوں کہ تو مجھ کو ذلت ورسوائی کی منزل میں کھڑا نہ کرنا اس دن جس دن تمام پردے چاک ہوجائیں گے اور تمام راز ظاہر ہوجائیں گے اور بند بند کانپیں گے اور وہ دن حسرت وندامت کا دن ہوگا وہ دن برائیوں کے کھل جا

نے کااور انسان کے خسارہ کا دن ہوگا، جس دن فیصلہ بھی ہوگا اور جزاء بھی دی جائیگی جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، جب صور پھونکا جائیگا جب زمین لرز جائے گی اور اسے مسلسل جھٹکے لگیں، نامۂ اعمال نشر ہوگا، معاملات پیش ہوں گے اور بندے رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، جب ہر شخص اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بچوں سے بھاگ رہا ہوگا زمین شق ہو جائے گی آسمان پھٹ جائیگا اور ہر شخص اپنے سے دفاع کرنے کی کوشش کرے گا، تمام لوگ اللہ کی بارگاہ میں پلٹا دئے جائیں گے تو اور وہ لوگوں کو ان کے اعمال سے باخبر کریگا جب کوئی دوست کسی کے کام نہ آئے گا"

اور اس کے بعد قیامت کے خوفناک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے اولیاء کی مصاحبت طلب کرنا:

"اللّهم ارحم موقفي في ذلك اليوم ولا تخزني في ذلك الموقف بما جنيت على نفسي، واجعل يارب في ذلك اليوم مع اولئك منطلقي وفي زمرة محمّد أهل بيته محشري واجعل حوضه موردي... واعطني كتابي بيميني"

"خدایا! اس دن کے موقف میں مجھ پر رحم کرنا آج کے اس موقف کے طفیل میں تو مجھے اس موقف میں رسوا نہ کرنا ان زیادتیوں کی بنا پر جو میں نے اپنے اوپر کی ہیں اور اے خدا اس دن مجھے اور میری منزل کو اپنے اولیاء کے ساتھ قرار دینا اور مجھے اپنے پیغمبر اور اہل بیت کے زمرہ میں محشور کرنا ان کے حوض کوثر پر وارد کرنا۔۔۔اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دینا"

زیارت حضرت ابوالفضل العباس میں آیا ہے:

"فجمع الله بيننا وبينك وبين رسوله واوليائه"

"اللہ ہمیں اور آپ کو اپنے رسول اور اولیاء کے ساتھ بلند ترین منزل میں قرار دے"

بعض زیارات کی نصوص میں وارد ہوا ہے:

"وثبّت لي قدم صدق مع الحسين واصحاب الحسين الذين بذلوا مهجهم دون الحسين"

"خدایا! مجھے روز قیامت ثبات قدم دینا حسین اور اصحاب حسین کے ساتھ جنھوں نے تیرے حسین کے سامنے اپنی جانیں قربان کردی ہیں"

زیارت عاشوراء کے بعد دعاء علقمہ میں آیا ہے:

"اللهم احيني حياة محمّد وذرية محمّد وامتني مماتهم وتوفني على ملّتهم واحشرني في زمرتهم ولا تفرّق بيني وبينهم طرفة عين ابداً في الدنيا والآخرة"

"خدایا! مجھ کو محمد اور ان کی ذریت کی حیات اور انھیں کی موت عطا فرما انھیں کی ملت پر اٹھانا اور انھیں کے زمرہ میں محشور کرنا اور میرے اور ان کے درمیان دنیا اور آخرت میں ایک لحظہ کی جدائی نہ ہونے دینا"

زیارت عاشوراغیر معروفہ میں آیا ہے:

"اللّھم فصلِّ علیٰ محمّد و آل محمّد واجعل محیای محیاھم و مماتی مماتھم، و لا تفرّق بینی و بینھم فی الدنیا و الآخرۃ انّك سمیع الدعاء"

"خدایا! محمد آور آل محمد پر رحمت نازل فرمااور میری زندگی کوان کی جیسی زندگی اور میری موت کوان کی جیسی موت بنادے اور میرے اوران کے درمیان دنیااورآخرت میں جدائی نہ ہونے دینا تو دعاؤں کا سننے والا ہے"

زیارت جامعہ میں آیا ہے:

"فثبتنی اللہ ابداً ما حییت علی موالاتکم و محبتکم و، و فقنی لطاعتکم، و رزقنی شفاعتکم و جعلنی من خیار موالیکم التابعین لما دعوتم الیہ و جعلنی ممن یقتص آثارکم و یسلك و یھتدی بھداکم و یحشر فی زمرتکم، و یکرّ فیرجعتکم و یملك فی دولتکم، و یشرف فی عافیتکم ویمکن فی ایامکم وتقرّعینہ غداًبرؤیتکم"۔

"اللہ مجھے تاحیات آپ کی محبت آپ کی موالات اورآپ کے دین پر ثابت رکھے آپ کی اطاعت کی توفیق دے آپ کی شفاعت نصیب کرے اورآپ کے بہترین غلاموں میں،آپ کی دعوت کااتباع کرنے والوں میں قراردےاوران میں قراردے جو آپ کے آثارکااتباع کریں اورآپ کے راستہ پرچلیں،آپ سے ہدایت حاصل کریں اور قیامت میں آپ کے ساتھ محشور ہوں،آپ کی رجعت میں واپس ہوں،آپ کی حکومت میں حاکم بنیں اورآپ کی عافیت کا شرف حاصل کریں اورآپ کے زمانہ میں اختیار حاصل کریں"

زیارت حضرت ابوالفضل العباس میں آیا ہے:

"فجمع اللہ بیننا وبینك وبین رسولہ واولیائہ فی منازل المخبتین"

"اللہ ہمیں اورآپ کودرمیان اپنے رسول اوراولیاء کے ساتھ بلندترین منزل میں قراردے"

اس طرح زیارت کرنے والےاورزیارت کئے جانے والے شخص کے درمیان رابطہ کامل ہوجاتا ہے یہ دوطرفہ رابطہ ہے جس میں دعااورزائرکی جانب سے زیارت کی جانے والی ہستی پردرودوسلام،اس میں خداوندعالم سے دعا ہے کہ زیارت کئے جانے والی ہستی کی شفاعت اور قیامت میں اس کی ہمنشینی حاصل ہو یہاں زائراورجس کی زیارت کی جائے دونوں کے مابین رابط خدا ہے اسی لئے وہ ابتداءاورانتہاءدونوں ہی میں توجہ کامرکز ہے۔

فَقَلبِی لَکُم مُسَلِّمٌ ونصرتی لکم معدة حتّٰی یحکم اللہ بدینه فمعکم معکم لامع عدوکم.

”میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میری نصرت آپ کے لئے حاضر ہے یہاں تک کہ پروردگار اپنے دین کا فیصلہ کردے تو میں آپ کے ساتھ ہوں آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں“

توبہ

(آغوش رحمت)

تالیف
حسین انصاریان

عرض مؤلف

جس وقت ایران اورعراق کے درمیان جنگ ہورہی تھی، حقیر اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوتے معنویت بھری فضا محاذ جنگ پر حاضر ہوا، تو وہاں کچھ روحانی اور ملکوتی شخصیتوں سے آشنائی ہوئی ان با معرفت شخصیات نے حقیر سے خواہش کی کہ جس وقت محاذ پر سکون ہو اور راہِ عشق کے مسافر اور مجاہدین فی سبیل اللہ اپنے بعض اداری امور کے لئے تھران آئیں تو ان کے لئے ایک ایسا جلسہ منعقد ہو جس میں قرآنی آیات اور احادیث معصومین علیہم السلام کی روشنی میں عاشقانہ اور عارفانہ گفتگو ہو، تا کہ اسلامی سپاھیوں کے اندر دینی معرفت حاصل ہو اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اور زیادہ جوش وولولہ پیدا ہو۔

حقیر نے اس فرمائش کو قبول کرلیا اور ہفتہ میں ایک بار منگل کی رات میں جلسہ کا وقت معین کیا گیا، جلسہ میں شرکت کرنے والے شروع شروع میں بیس افراد سے زیادہ نہیں تھے، لیکن بعد میں تعداد زیادہ ہوگئی، ہمارے اس جلسہ کا آغاز نماز جماعت سے ہوتا تھا اس کے بعد چند فقہی مسائل، معارف الٰہیہ اور ذکر مصائب اہل بیت علیہم السلام پر ختم ہو جا تا تھا، چنانچہ آہستہ آہستہ بہت سے پاک دل جوانوں کا اضافہ ہوتا رہا، اور ان کے ذریعہ اطلاع پانے والے افراد بھی اس جلسہ میں جوق در جوق آنے لگے، ان جلسوں میں ایک خاص معنویت ہوتی تھی جس میں نہ کوئی بینر ہوتا تھا اور نہ ہی کوئی صدر و سکریٹری، برخلاف دوسرے تمام جلسوں کے کہ جن میں مدیر، ہدایت کار، اور صدر و سکریٹری ہوتے ہیں، لیکن ہمارا جلسہ جوش وولولہ، مہر ومحبت اور عشق و نورانیت سے لبریز ہوتا تھا، برادران کے درمیان وحدت اور اتحاد پایا جاتا تھا، لوگ خدا کی خوشنودی کے لئے جلسہ میں شرکت کرتے تھے، رضائے الٰہی کے لئے پڑھتے تھے اور رضائے الٰہی کے لئے سنتے تھے، خلاصہ اس جلسہ میں وجد اور حال کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔

آخر کار جلسہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی، اس جلسہ کی اہمیت یہ تھی کہ حقیر ایران کے کسی بھی علاقے میں جہاں کہیں بھی ہوتا تھا وہاں سے واپس آجاتا تھا اور جلسہ میں شرکت کرنے والوں کا بھی یہی دستور تھا، یہاں تک کہ اس جلسہ میں شرکت کرنے کے لئے ملک کے مغربی اور جنوبی علاقوں سے فوجی جنگجو اپنے سرداروں سے چھٹی لے لے کر شریک ہوا کرتے تھے۔

ہم یہ سوچتے تھے کہ یہ عشق و محبت اور معنویت سے بھرا یہ بہترین جلسہ سالوں سال چلتا رہے گا، لیکن بہت سے نیک اور

پاک سیرت جوان درجہ شھادت پر فائز ہو گئے، اور بہت سے افراد بعثی صدامیوں کے ہاتھوں اسیر ہو گئے، ہمارے اس جلسہ کے افراد اس قدر شہید یا اسیر ہوتے کہ ہم سے ان کی خالی جگہ کو دیکھا نہیں جا تا تھا، ہمارے لئے یہ بہت گراں وقت تھا، دوسرے شرکت کرنے والے نئے لوگ ایسے افراد نہیں تھے جو ان کی خالی جگہ کو پُر کردیں، چنانچہ ہم نے غمگین حالت اور گریاں کناں آنکھوں کے ساتھ اس جلسہ کو الوداع کیا، اس طرح ہمیشہ کے لئے اس جلسہ کی تعطیل ہوگئی، ہمارے دل میں ان جیسے افراد کو دیکھنے کی تمنا آج تک باقی ہے، لیکن ابھی تک ایسے افراد نہ مل سکے اور نہ ہی اب ان جیسے افراد کے ملنے کا گمان ہے۔

ان جلسوں میں مختلف مطالب بیان ہوتے تھے منجملہ :توبہ، معرفت، عشق خدا، قیامت اور عرفان۔ اور خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ان جلسات کو ٹیپ بھی کیا گیا تھا، چند سال بعد بعض افراد نے فرمائش کی کہ ان جلسوں میں بیان شدہ مطالب کو کتابی شکل دیدی جائے تا کہ عام مومنین بھی اس کے مطالعہ سے فیضیاب ہوسکیں لہٰذا مؤسسہ دار العرفان کے ذریعہ توبہ سے متعلق وہ ٹیپ لکھے گئے۔

قارئین کرام! کتاب ھذا انہی 20 ہفتوں سے زیادہ منعقد ہوتے جلسوں کی یادگار ہے، وہ شبیں جن کی یادیں ابھی تک ہمارے لئے شیرین اور تلخ ہیں، امید ہے کہ آپ حضرات توبہ کے سلسلہ میں جدید مطالب سے مستفیض ہوں گے، آخر میں خداوند منان سے دعا ہے کہ ہمیں توبہ کی توفیق عطا کرے اور اس سلسلہ میں بیان شدہ مطالب پر عمل کرنے کی سعادت عنایت فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

احقر العبد:

حسین انصاریان

نعمتیں اور انسان کی ذمہ داری

"فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾۔" [1]

لہٰذا اب تم اللہ کے دیئے ہوئے رزق حلال و پاکیزہ کو کھاؤ اور اس کی عبادت کرنے والے بنو، اور اس کی نعمتوں کا شکریہ بھی ادا کرتے رہو اگر تم خدا کے عبادت گزار ہو۔

نعمتیں اور انسان کی ذمہ داری

خداوند متعال نے اپنے خاص لطف و کرم، رحمت و محبت اور عنایت کی بنا پر انسان کو ایسی نعمتوں سے سرفراز ہونے کا اہل قرار دیا جن سے اس کائنات میں دوسری مخلوقات یہاں تک کہ مقرب فرشتوں کو بھی نہیں نوازا۔

انسان کے لئے خداوند عالم کی نعمتیں اس طرح موجود ہیں کہ اگر انسان ان کو حکم خدا کے مطابق استعمال کرے تو اس کے جسم اور روح میں رشد و نمو پیدا ہوتا ہے اور دنیاوی اور اُخروی زندگی کی سعادت و کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے خدا کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں 12 اہم نکات کی طرف توجہ دلائی ہے:

1۔ نعمت کی فراوانی اور وسعت۔

2۔ حصول نعمت کا راستہ۔

3۔ نعمت پر توجہ۔

4۔ نعمت پر شکر۔

5۔ نعمت پر ناشکری سے پرہیز۔

6۔ نعمتوں کا بے شمار ہونا۔

7۔ نعمت کی قدر کرنے والے۔

8۔ نعمتوں میں اسراف کرنا۔

---

[1] سورہ نحل آیت 114

9۔نعمتوں کوخرچ کرنے میں بخل سے کام لینا۔

10۔نعمت کے چھن جانے کے اسباب وعلل۔

11۔اتمام نعمت۔

12۔نعمت سے صحیح فائدہ اٹھانے کا انعام۔

اب ہم قارئین کی توجہ قرآن مجید کے بیان کردہ ان عظیم الشان بارہ نکات کی طرف مبذول کراتے ہیں:

1۔نعمت کی فراوانی اور وسعت

زمین وآسمان کے درمیان پائی جانے والی تمام چیزیں کسی نہ کسی صورت میں انسان کی خدمت اوراس کے فائدے کے لئے ہیں، چاند،سورج،ایک جگہ رکنے والے اورگردش کرنے والے ستارے،فضا کی دکھائی دینے والی اور نہ دکھائی دینے والی تمام کی تمام چیزیں خداوندعالم کے ارادہ اوراس کے حکم سے انسان کوفائدہ پہنچارہی ہیں۔

پہاڑ،جنگل،صحرا،دریا،درخت وسبزے،باغ،چشمے،نہریں،حیوانات اوردیگرزمین پر پائی جانے والی بہت سی مخلوقات ایک طرح سے انسان کی زندگی کی ناؤ کو چلانے میں اپنی اپنی کارکردگی میں مشغول ہیں۔

خداوندعالم کی نعمتیں اس قدر وسیع،زیادہ،کامل اور جامع ہیں کہ انسان کو عاشقانہ طور پر اپنی آغوش میں بٹھائے ہوتے ہیں،اورایک مہربان اوردلسوز ماں کی مانند،انسان کے رشد ونمو کے لئے ہرممکن کوشش کررہی ہیں۔

انسان کوجن ظاہری وباطنی نعمتوں کی ضرورت تھی خداوندعالم نے اس کے لئے پہلے سے ہی تیار کررکھی ہے،اوراس وسیع دسترخوان پرکسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اس سلسلے میں بیان ہوتا ہے:

"اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً..."۔[1]

کیاتم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کوتمہارے لئے مسخر کردیا ہے اورتمہارے لئے تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں کومکمل فرمایااورلوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جوعلم ہدایت اورروشن کتاب کے بغیر بھی خدا کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔

2۔حصول نعمت کا راستہ

رزق کےحصول کے لئے ہرطرح کا صحیح کام اورصحیح کوشش کرنا؛ بے شک خداوندعالم کی عبادت اور بندگی ہے؛ کیونکہ

[1] سورۂ لقمان آیت20۔

خدائے مہربان نے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اپنے بندوں کو زمین کے آباد کرنے اور حلال روزی حاصل کرنے، کسب معاش، جائز تجارت اور خرید وفروخت کا حکم دیا ہے، اور چونکہ خداوندعالم کے حکم کی اطاعت کرنا عبادت و بندگی لہٰذا اس عبادت و بندگی کا اجروثواب روز قیامت (ضرور) ملے گا۔

تجارت، خرید وفروخت، اجارہ (کرایہ)، وکالت، مساقات (سینچائی)، زراعت، مشارکت، صنعت، تعلیم، خطاطی، خیاطی، رنگ ریزی، دباغی (کھال کو گلانا) اور دامداری (بھیڑ بکریاں وغیرہ پالنا) جیسے اسلامی موضوعات اور انسانی قوانین کی رعایت کرتے ہوتے مادی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنے والا انسان خدا کی نظر میں محبوب ہے، لیکن ان راستوں کے علاوہ حصول رزق کے لئے اسلامی قوانین کے مخالف اور اخلاقی و انسانیت کے خلاف راستوں کو اپنانے والوں سے خدا نفرت کرتا ہے۔

قرآن مجید اس مسئلہ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

"يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ"۔ [۱]

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقہ سے نہ کھایا کرو۔مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے معاملہ کرلو۔

"يَآ اَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ"۔ [۲]

اے انسانو! زمین میں جو کچھ بھی حلال و پاکیزہ ہے اسے استعمال کرو اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

بہرحال خداوندعالم کی طرف سے جو راستے حلال اور جائز قرار دیئے گئے ہیں اگر ان جائز اور شرعی طریقوں سے روزی حاصل کی گئی ہے اور اس میں اسراف وتبذیر سے خرچ نہیں کیا گیا تو یہ حلال روزی ہے اور اگر غیر شرعی طریقہ سے حاصل ہونے والی روزی اگرچہ وہ ذاتی طور پر حلال ہو جیسے کھانے پینے کی چیزیں؛ تو وہ حرام ہے اور ان کا اپنے پاس محفوظ رکھنا منع ہے اور ان کے اصلی مالک کی طرف پلٹانا واجب ہے۔

3۔نعمت پر توجہ

کسی بھی نعمت سے بغیر توجہ کئے فائدہ اٹھانا، چوپاؤں، غافلوں اور پاگلوں کا کام ہے، انسان کم از کم یہ تو سوچے کہ یہ نعمت کیسے وجود میں آئی ہے یا اسے ہمارے لئے کس مقصد کی خاطر پیدا کیا گیا؟ اس کے رنگ، بو اور ذائقہ میں کتنے اسباب وعوامل

---

[۱] سورۂ نساء آیت 29۔

[۲] سورۂ بقرہ آیت 168۔

پائے گئے ہیں، المختصر یہ کہ بغیر غور وفکر کئے ایک لقمہ روٹی یا ایک لباس، یا زراعت کے لائق زمین، یا بہتا ہوا چشمہ، یا بہتی ہوئی نہر، یا مفید درختوں سے بھرا جنگل، اور یہ کہ کتنے کروڑ یا کتنے ارب عوامل واسباب کی بنا پر کوئی چیز وجود میں آئی تا کہ انسان زندگی کے لئے مفید واقع ہو؟!!

صاحبان عقل وفہم اور دانشورا اپنے پاس موجود تمام نعمتوں کو عقل کی آنکھ اور دل کی بینائی سے دیکھتے ہیں تا کہ نعمت کے ساتھ ساتھ، نعمت عطا کرنے والے کے وجود کا احساس کریں اور نعمتوں کے فوائد تک پہنچ جائیں، نیز نعمت سے اس طرح فائدہ حاصل کریں جس طرح نعمت کے پیدا کرنے والے کی مرضی ہو۔

قرآن مجید جو کتاب ہدایت ہے؛ اس نے لوگوں کو خداوند عالم کی نعمتوں پر اس طرح متوجہ کیا ہے:

"يَاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ"۔ [1]

اے لوگو! اپنے اوپر (نازل ہونے والی) اللہ کی نعمت کو یاد کرو کیا، (کیا) اس کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے؟ وہی تو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں، پس تم کس طرف بہکے چلے جا رہے ہو۔

جی ہاں! تمام نعمتیں اپنے تمام تر فوائد کے ساتھ ساتھ خداوند عالم کی وحدانیت کی دلیل، اس کی توحید ذاتی کا ثبوت اور اسی کی معرفت وشناخت کے لئے آسان راستہ ہے۔

4۔ نعمت پر شکر

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شکر کے معنی یہ ہیں کہ نعمت سے فائدہ اٹھانے کے بعد شکر للہ (الٰہی تیرا شکر) یا الحمد للہ کہہ دیا جائے، یا اس سے بڑھ کر الحمد للہ رب العالمین زبان پر جاری کر دیا جائے۔

یاد رہے کہ ان بے شمار مادی اور معنوی نعمتوں کے مقابلہ میں اردو یا عربی میں ایک جملہ کہہ دینے سے حقیقی معنی میں شکر نہیں ہوتا، بلکہ شکر، نعمت عطا کرنے والی ذات کے مقام اور نعمت سے ہم آہنگ ہونا چاہئے، اور یہ معنی کچھ فعل وقول اور وجد بغیر متحقق نہیں ہوں گے، یعنی جب تک انسان اپنے اعضاء وجوارح کے ذریعہ خداوند متعال کا شکر ادا کرنے کے لئے ان افعال واقدامات کو انجام نہ دے جن سے پتہ چل جائے کہ وہ پروردگار عالم کا اطاعت گزار بندہ ہے، پس شکر خدا کے لئے ضروری ہے کہ انسان ایسے امور کو انجام دے جو خدا کی رضایت کا سبب قرار پائے اور اس کی یاد سے غافل نہ ہونے دیں۔

کیا خداوند عالم کے اس عظیم لطف وکرم کے مقابلہ میں صرف زبانی طور پر الٰہی تیرا شکر یا الحمد للہ کہہ دینے سے کسی کو شاکر کہا جا سکتا ہے؟!

---

[1] سورۂ فاطر آیت 3۔

بدن، اعضاء و جوارح: آنکھ کان، دل و دماغ، ھاتھ، پیر، زبان، شکم، شھوت، ہڈی اور رگ جیسی نعمتیں یا کھانے پینے، پہننے اور سونگھنے کی چیزیں یا دیدہ زیب مناظر جیسے پہاڑ، صحرا، جنگل، نہریں، دریا اور چشمے یا پھلوں، اناج اور سبزیوں کی مختلف قسمیں اور دیگر لاکھوں نعمتیں جن پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے، کیا ان سب کے لئے ایک الحمدللہ کہنے سے حقیقی شکر ہو جائے گا؟ اور کیا اسلام و ایمان، ہدایت وولایت، علم وحکمت، صحت و سلامتی، تزکیہ نفس وطہارت، قناعت واطاعت اور محبت وعبادت جیسی نعمتوں کے مقابلہ میں الٰہی تیرا شکر کہنے سے انسان خدا کا شاکر بندہ بن سکتا ہے؟!

راغب اصفہانی اپنی عظیم الشان کتاب المفردات میں کہتے ہیں:

اَصْلُ الشُّکْرِ مِنْ عَینٍ شَکْریٰ۔ [1]

شکر کا مادہ عین شَکْریٰ ہے؛ یعنی آنسو بھری آنکھیں یا پانی بھرا چشمہ، لہٰذا شکر کے معنی انسان کا یاد خدا سے بھرا ہوا ہونا ہے اور اس کی نعمتوں پر توجہ رکھنا ہے کہ یہ تمام نعمتیں کس طرح حاصل ہوئیں اور کیسے ان کو استعمال کیا جائے۔

خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمہ، علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی روایت کی بنا پر شکر کے معنی اس طرح فرماتے ہیں:

شکر، شریف ترین اور بہترین عمل ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ شکر کے معنی قول وفعل اور نیت کے ذریعہ نعمتوں کے مدّمقابل قرار پانا ہے، اور شکر کے لئے تین رکن ہیں:

1۔ نعمت عطا کرنے والے کی معرفت، اور اس کے صفات کی پہچان، نیز نعمتوں کی شناخت کرنا ضروری ہے، اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں سب اسی کی طرف سے ہیں، اس کے علاوہ کوئی حقیقی منعم نہیں ہے، انسان اور نعمتوں کے درمیان تمام واسطے اسی کے فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہیں۔

2۔ ایک خاص حالت کا پیدا ہونا، اور وہ یہ ہے کہ انسان عطا کرنے والے کے سامنے خشوع وخضوع اور انکساری کے ساتھ پیش آئے اور نعمتوں پر خوش رہے، اور اس بات پر یقین رکھے کہ یہ تمام نعمتیں خداوندعالم کی طرف سے انسان کے لئے تحفے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہیں کہ خداوندعالم انسان پر عنایت وتوجہ رکھتا ہے، اس خاص حالت کی نشانی یہ ہے کہ انسان مادی چیزوں پر خوش نہ ہو مگر یہ کہ جن کے بارے میں خداوندعالم کا قرب حاصل ہو۔

3۔ عمل، اور عمل بھی دل، زبان اور اعضاء سے ظاہر ہونا چاہئے۔

دل سے خداوندعالم کی ذات پر توجہ رکھے اس کی تعظیم اور حمد وثنا کرے، اور اس کی مخلوقات اور اس لطف وکرم کے بارے میں غور وفکر کرے، نیز اس کے تمام بندوں تک خیر ونیکی پہنچانے کا ارادہ کرے۔

زبان سے اس کا شکر وسپاس، اس کی تسبیح وتھلیل اور لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔

تمام ظاہری وباطنی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوتے اس کی عبادت واطاعت میں اعضاء کو کام میں لائے، اور اعضاء کو خدا

---

[1] مفردات، 461 مادہ شکر۔

کی معصیت ومخالفت سے روکے رکھے۔

لہٰذا شکر کے اس حقیقی معنی کی بنا پر یہ بات روشن ہوجاتی ہے کہ شکر، صفات کمال کے اصول میں سے ایک ہے، جو صاحبان نعمت میں بہت ہی کم ظاہر ہوتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ"۔ [1]

اور ہمارے بندوں میں شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

تمام نعمتوں کے مقابلہ میں مذکورہ معنی میں شکر واجب عقلی اور واجب شرعی ہے، اور ہر نعمت کو اسی طرح استعمال کرنا شکر ہے جس طرح خداوندعالم نے حکم دیا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ خداوندعالم کی کامل عبادت و بندگی حقیقی شکر کے ذریعہ ہیھو سکتی ہے:

"فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ"۔ [2]

لہٰذا اب تم اللہ کے دیئے ہوتے حلال و پاکیزہ رزق کو کھاؤ اور اس کی عبادت کرنے والے ہو تو اس کی نعمتوں کا شکر یہ بھی ادا کرتے رہو۔

"فَابْتَغُوا عِنْدَ اللهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ"۔ [3]

رزق خدا کے پاس تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر بجالاؤ کہ تم سب اسی کی بارگاہ میں پلٹا دیئے جاؤ گے۔

مصحف ناطق حضرت امام صادق علیہ السلام شکر کے معنی بیان فرماتے ہیں:

شُكْرُ النِّعْمَةِ اجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ وَتَمَامُ الشُّكْرِ قَوْلُ الرَّجُلِ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ: [4]

نعمتوں پر شکر بجالانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان تمام حرام چیزوں سے اجتناب کرے، اور کامل شکر یہ ہے کہ نعمت ملنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہے۔

پس نعمت کا شکر یہ ہے کہ نعمت کو عبادت و بندگی اور بندگان خدا کی خدمت میں خرچ کرے، لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرے اور تمام گناہوں سے پرہیز کرے۔

5۔ نعمت پر ناشکری سے پرہیز

بعض لوگ، حقیقی منعم سے بے خبر اور خداداد نعمتوں میں بغیر غور وفکر کئے اپنے پاس موجود تمام نعمتوں کو مفت تصور کرتے ہیں، اور خود کو ان کا اصلی مالک تصور کرتے ہیں اور جو بھی ان کا دل اور ہوائے نفس چاہتا ہے ویسے ہی ان نعمتوں کو

---

[1] سورۂ سباء، آیت 13۔

[2] سورۂ نحل آیت، 114۔

[3] سورۂ عنکبوت آیت، 17۔

[4] اصول کافی، ج2، ص95۔ باب الشکر، حدیث 10؛ بحارالانوار: 6840، باب 61، حدیث 29۔

استعمال کرتے ہیں۔

یہ لوگ جہل وغفلت اور بے خبری اور نادانی میں گرفتار ہیں، خدائی نعمتوں کو شیطانی کاموں اور ناجائز شہوتوں میں استعمال کرتے ہیں، اوراس سے بدتر یہ ہے کہ ان تمام خداداد نعمتوں کو اپنے اہل وعیال، اہل خاندان، دوستوں اور دیگر لوگوں کو گمراہ کرنے پر بھی خرچ کرڈالتے ہیں۔

اعضاء و جوارح جیسی عظیم نعمت کو گناہوں میں، مال و دولت جیسی نعمت کو معصیت و خطا میں، علم و دانش جیسی نعمت کو طاغوت وظالموں کی خدمت میں اور بیان جیسی نعمت کو بندگان خدا کو گمراہ کرنے میں خرچ کرڈالتے ہیں!!

یہ لوگ خدائی نعمتوں کی زیبائی اور خوبصورتی کو شیطانی پلیدگی اور برائی میں تبدیل کردیتے ہیں، اور اپنے ان پست کاموں کے ذریعہ خود کو بھی اور اپنے دوستوں کو بھی جہنم کے ابدی عذاب کی طرف ڈھکیلے جاتے ہیں!

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝" [1]

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو کفران نعمت سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کی منزل تک پہنچادیا۔ یہ لوگ واصل جہنم ہوں گے اور جہنم کتنا بُرا ٹھکانہ ہے۔

6۔نعمتوں کا بے شمار ہونا

اگر ہم نے قرآن کریم کی ایک آیت پر بھی توجہ کی ہوتی تو یہ بات واضح ہوجاتی کہ خداوندعالم کی مخلوق اوراس کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں ہے، اور شمار کرنے والے چاہے کتنی بھی قدرت رکھتے ہوں ان کے شمار کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝" [2]

اوراگر روئے زمین کے تمام درخت، قلم بن جائیں اور سمندر میں مزید سات سمندر اور آجائیں تو بھی کلمات الٰہی تمام ہونے والے نہیں ہیں، بیشک اللہ صاحب عزت بھی ہے اور صاحب حکمت بھی۔

ہمیں اپنی پیدائش کے سلسلے میں غور وفکر کرنا چاہئے اور اپنے جسم کے ظاہری حصہ کو عقل کی آنکھوں سے دیکھنا چاہئے تاکہ یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ خداوندعالم کی نعمتوں کا شمار کرنا ہمارے امکان سے باہر ہے۔

---

[1] سورۂ ابراہیم آیت، 28-29۔

[2] سورۂ لقمان آیت، 27۔

خداوندعالم، انسان کی خلقت کے بارے میں فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ" [1]

اور ہم ہی نے انسان کو گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

"ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ"۔ [2]

پھراسے ایک محفوظ جگہ پر نطفہ بنا کر رکھا ہے۔

"ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ" [3]

پھر ہم ہی نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا اور منجمد خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم ہی نے (اس) لوتھڑے میں ہڈیاں بنائیں، پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے اسے ایک دوسری مخلوق بنادیا ہے، تو کس قدر بابرکت ہے وہ خدا جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے۔

جی ہاں یہی نطفہ ان تمام مراحل سے گزر کر ایک کامل انسان اور مکمل وجود میں تبدیل ہوگیا ہے۔

اب ہم اپنے عجیب وغریب جسم اور اس میں پائے جانے والے خلیوں، آنکھ، کان، ناک، معدہ، گردن، خون، تنفّسی نظام، مغز، اعصاب، اور دوسرے اعضاء وجوارح کو دیکھیں اور ان کے سلسلے میں غور وفکر کریں تاکہ معلوم ہوجائے کہ خود اسی جسم میں خداوندعالم کی کس قدر بے شمار نعمتیں موجود ہیں۔

کیا دانشوروں اور ڈاکٹروں کا یہ کہنا نہیں ہے کہ اگر انسان مسلسل (24 گھنٹے) ہر سیکنڈ میں بدن کے ایک ہزار خلیوں کا شمار کرتا رہے تو ان تمام کو شمار کرنے کے لئے تین ہزار (3000) سال درکار ہوں گے۔

کیا دانشوروں اور ڈاکٹروں کا یہ کہنا نہیں ہے کہ انسان کے معدہ (اس عجیب وغریب لیبریٹری کے اندر) کھانا اس قدر تجزیہ وتحلیل ہوتا ہے کہ انسان کے ھاتھوں کی بنائی ہوئی لیبریٹری میں اتنا کچھ تجزیہ وتحلیل نہیں ہوتا، اس معدہ میں یا اس لیبریٹری میں 10 لاکھ مختلف قسم کے ذرات فلٹر ہوتے ہیں جن میں سے اکثر ذرات زھریلے ہوتے ہیں۔ [4]

کیا دانشوروں اور ڈاکٹروں کا کہنا نہیں ہے کہ انسان کا دل ایک بند مٹھی سے زیادہ بڑا نہیں ہوتا لیکن اتنی زیادہ طاقت رکھتا ہے کہ ہر منٹ میں 70 مرتبہ کھلتا اور بند ہوتا ہے، اور تیس سال کی مدت میں ایک ارب مرتبہ یہ کام انجام دیتا ہے اور ہر منٹ میں

---

[1] سورہ مومنون آیت 12۔

[2] سورۂ مؤمنون آیت 13۔

[3] سورۂ مومنون آیت 14۔

[4] راز آفرینش انسان ص 145۔

بال سے زیادہ باریک رگوں کے ذریعہ پورے بدن میں دوبارخون پہنچا تاہےاور بدن کے اربوں کھربوں خلیوں دھوتا ہے۔[1]

اس طرح آکسیجن، ھائیڈروجن وغیرہ کے ذرات، ہوا، روشنی، زمین، درختوں کی شاخیں، پتے اور پھل نیز زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے، ایک طرح سے انسان کی خدمت میں مشغول ہیں، اگر ہما پنے بدن کے ساتھ ان تمام چیزوں کا اضافہ کرکےغوروفکر کریں تو کیا اس دنیامیں انسان کے لئے خداوندعالم کی نعمتوں کا شمار ممکن ہے؟!

اگر آپ ایک مٹھی خاک کو دیکھیں تو یہ فقط خالص مٹی نہیں ہے، بلکہ مٹی کا اکثر حصہ معدنی مواد سے تشکیل پا تا ہے، جو چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کی شکل میں ہوتے ہیں، یہ سنگریزے بڑے پتھروں کے ٹکڑے ہیں جو طبیعی طاقت کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں، مٹی میں بہت سی زندہ چیزیں ہوتی ہیں، ممکن ہے کہ ایک مٹھی خاک میں لاکھوں بیکٹری موجود ہوں، بیکٹری کے علاوہ بہت سی رشد کرنے والی جڑیں، ریشے (مانند امر بیل) اور بہت سے کیڑے مکوڑے بھی پائے جاتے ہیں جن میں سے بہت سے زندہ ہوتے ہیں اور مٹی کو نرم کرتے رہتے ہیں تا کہ درختوں اور پودوں کی رشد ونمو میں مدد گار ثابت ہوسکیں۔[2]

انسان کے اندر مختلف چیزوں کے ہضم کرنے کی مشینیں پائی جاتی ہیں، جیسے منھ، دانت، زبان، حلق، لعاب پیدا کرنے والے غدود، معدہ، لوزالمعدہ[3] "Pancreas"، چھوٹی بڑی آنتیں نیز غذا کو جذب وہضم کرنے کے لئے ان میں سے ہر ایک کا عمل اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔

اسی طرح ایک اہم مسئلہ سرخ رگوں، سیاہ رگوں، چھوٹی رگوں، دل کے درمیان حصہ، دل کے داہنا اور بایاں حصہ وغیرہ کے ذریعہ خون کا صاف کرنا اور خون کے سفید اور سرخ گلوبل، ترکیب خون، رنگ خون، جریان خون، حرارت بدن، بدن کی کھال اور اس کے عناصر، آنکھ اور اس کے طبقات وغیرہ بھی خداوندعالم کی تعجب خیز نعمتوں میں سے ہیں۔

آسمان کی فضا، نور کا پہنچنا، گردش، کشش اور دریاؤں کا جزرومدّ[4] انسان کی زندگی میں کس قدر اہمیت کے حامل ہیں، ان کے عناصر اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ہم آسمان کے دکھائی دینے والے حصے کے ستاروں کو شمار کرنا چاہیں اور ہر منٹ میں 300 ستاروں کو شمار کریں تو اس کے لئے 3500 سال کی عمر درکار ہوگی جن میں شب وروز ستاروں کو شمار کریں کیونکہ بڑی بڑی دوربینوں کے ذریعہ ابھی تک ان کی تعداد کے بارے میں تخمینہ لگایا گیا اس کی تعداد ایک لاکھ ملین ہے جس کے مقابلہ میں ہماری زمین ایک چھوٹے سے دانہ کی طرح ہے، بہتر تو یہ ہے کہ ہم یہ کہیں کہ انسان ان کو شمار ہی نہیں کرسکتا!!!

---

[1] راہ خداشناسی ص218۔

[2] علم وزندگی ص134-135۔

[3] لوزالمعدہ: معدہ سے قریب ایک بڑی سرخ رنگ کی رگ ہے جس کی شکل خوشہ کی مانند ہوتی ہے۔

[4] مدوجزر: دریا کے پانی میں ہونے والی تبدیلی کو کہا جاتا ہے، شب وروز میں دریا کا پانی ایک مرتبہ گھٹتا ہے اس کو جزر کہا جاتا ہے اور ایک مرتبہ بڑھتا ہے جس کو مد کہا جاتا ہے، اور پانی میں یہ تبدیلی سورج اور چاند کی قوۂ جاذبہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

جس فضا میں ستارے ہوتے ہیں وہ اس قدر وسیع وعریض ہے کہ اس کے ایک طرف سے دوسری طرف جانے کے لئے پانچ لاکھ نوری سال درکار ہیں۔

سورج اور منظومہ شمسی، آسمان کی کرنوں کا ایک ذرہ ہے جو 400 کیلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے اور تقریباً (200000000) سال کا وقت درکار ہے تا کہ اپنے مرکز کا ایک چکر لگا سکے!

عالم بالا کا تعجب خیز نظام، سطح زمین اور زمین کے اندر اس کا اثر نیز بہت سے جانداروں کی زندگی کے لئے راستہ ہموار کرنا، یہ سب حیرت انگیز کھانیاں انسان کے لئے سمجھنا اتنا آسان نہیں ہے، انسان جس ایک قطرہ پانی کو پیتا ہے اس میں ہزاروں زندہ اور مفید جانور ہوتے ہیں اور ایک متر مکعب پانی میں 7500 سفید گلوبل "Globule" اور پچاس لاکھ سرخ گلوبل ہوتے ہیں۔[1]

ان تمام باتوں کے پیش نظر قرآن مجید کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی قلب پر نازل ہونے والے قرآن مجید نے صدیوں پہلے ان حقائق کو بیان کیا ہے، لہٰذا خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو ہرگز شمار نہیں کیا جاسکتا۔

"وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑱"۔[2]

اور تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے، بیشک اللہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔

7۔ نعمتوں کی قدرشناسی

جن افراد نے اس کائنات، زمین وآسمان اور مخلوقات میں صحیح غور وفکر کرنے کے بعد خالق کائنات، نظام عالم، انسان اور قیامت کو پہچان لیا ہے وہ لوگ اپنے نفس کا تزکیہ، اخلاق کو سنوارنے، عبادت وبندگی کے راستہ کو طے کرنے اور خدا کے بندوں پر نیکی واحسان کرنے میں سعی وکوشش کرتے ہیں، درحقیقت یہی افراد خداوند عالم کی نعمتوں کے قدرشناس ہیں۔

جی ہاں، یہی افراد خدا کی تمام ظاہری وباطنی نعمتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں اور اس طریقہ سے خود اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے افراد دنیا وآخرت کی سعادت وخوش بختی تک پہنچ جاتے ہیں، اس پاک قافلہ کے قافلہ سالار اور اس قوم کے ممتاز رہبر انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں، تمام مومنین شب وروز کے فریضہ الٰہی یعنی نماز میں ان ہی کے راستہ پر برقرار رہنے کی دعا کرتے ہیں:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ⑥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ⑦"۔[3]

ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ۔ جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں، ان کا راستہ نہیں جن

---

[1] گنجینہ ھای دانش ص 927۔

[2] سورۂ نحل آیت، 18۔

[3] سورۂ حمد آیت، 6-7۔

پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بھٹکے ہوتے ہیں۔

جی ہاں، انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام خداوند عالم کی تمام مادی و معنوی نعمتوں کا صحیح استعمال کیا کرتے تھے، اور شکر نعمت کرتے ہوتے اس عظیم مقام اور بلند مقام و مرتبت پر پہنچے ہوتے ہیں کہ انسان کی عقل درک کرنے سے عاجز ہے۔

خداوند مہربان نے قرآن مجید میں ان افراد سے وعدہ کیا ہے جو اپنی زندگی کے تمام مراحل میں خدا و رسول کے مطیع و فرمانبردار رہے ہیں، ان لوگوں کو قیامت کے دن نعمت شناس حضرات کے ساتھ محشور فرمائے گا۔

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾"۔ [۱]

اور جو شخص بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور یہی لوگ بہترین رفقاء ہیں۔

8۔ نعمتوں کا بے جا استعمال

مسرف (فضول خرچی کرنے والا) قرآن مجید کی رُو سے اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے مال، مقام، شہوت اور تقاضوں کو شیطانی کاموں، غیر منطقی اور بے ہودہ کاموں میں خرچ کرتا ہے۔

خدا کے عطا کردہ مال و ثروت اور فصل کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"...وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾"۔ [۲]

اور جب فصل (گندم، جو خرما اور کشمش) کاٹنے کا دن آئے تو ان (غریبوں، مسکینوں، زکوٰۃ جمع کرنے والوں، غیر مسلم لوگوں کو اسلام کی طرف رغبت دلانے کے لئے، مقروض، فی سبیل اللہ اور راستہ میں بے خرچ ہو جانے والوں) [۳] کا حق ادا کردو اور خبردار اسراف نہ کرنا کہ خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

جو لوگ اپنے مقام و منصب اور جاہ و جلال کو لوگوں پر ظلم و ستم ڈھانے، ان کے حقوق کو ضائع کرنے، معاشرہ میں رعب و دہشت پھیلانے اور قوم و ملت کو اسیر کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾"۔ [۴]

اور یہ فرعون (اپنے کو) بہت اونچا (خیال کرنے لگا) ہے اور وہ اسراف اور زیادتی کرنے والا بھی ہے۔

---

[۱] سورۂ نساء آیت 69۔

[۲] سورۂ انعام آیت، 141۔

[۳] سورۂ توبہ آیت 60۔

[۴] سورۂ یونس آیت 83۔

اسی طرح جولوگ عفت نفس نہیں رکھتے یا جولوگ اپنے کوحرام شہوت سے نہیں بچاتے اور صرف مادی وجسمانی لذت کے علاوہ کسی لذت کونہیں پہچانتے اور ہر طرح کے ظلم سے اپنے ہاتھوں کوآلودہ کر لیتے ہیں نیز ہر قسم کی آلودگی، ذلت اور جنسی شہوات سے پرہیزنہیں کرتے ،ان کے بارے میں بھی قرآن مجید فرماتا ہے:

"اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ۝۸۱"۔ [۱]

تم ازراہ شہوت عورتوں کے بجائے مردوں سے تعلقات پیدا کرتے ہواور تم یقیناًاسراف اور زیادتی کرنے والے ہو۔

قرآن مجید ان لوگوں کے بارے میں بھی فرماتا ہے جو انبیاء علیہم السلام اور ان کے معجزات کے مقابلہ میں تواضع وانکساری اور خاکساری نہیں کرتے اور قرآن، اس کے دلائل اور خدا کے واضح براہین کا انکار کرتے ہیں اور کبر ونخوت، غرور وتکبر وخود بینی کا راستہ چلتے ہوتے خداوند عالم کے مقابل صف آرا نظر آتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

ثُمَّ صَدَقۡنٰهُمُ الۡوَعۡدَ فَاَنۡجَيۡنٰهُمۡ وَمَنۡ نَّشَآءُ وَاَهۡلَكۡنَا الۡمُسۡرِفِيۡنَ [۲]

پھر ہم نے ان کے وعدہ کو سچ کر دکھایا اور ان ہیں اور ان کے ساتھ جن کو چاہا بچالیا اور زیادتی کرنے والوں کو تباہ و برباد کردیا۔

۹۔نعمتوں کے استعمال میں بخل کرنا

بخل اور اضافی نعمت کو مستحقین پر خرچ نہ کرنے کی برائی کو ایک ان پڑھ اور معمولی کسان کی زبانی بھی سن لیجئے:

حقیر تبلیغ کے لئے ایک دیہات میں گیا ہوا تھا، تقریر کے خاتمہ پر ایک محنت کش بوڑھا ہمارے پاس آیا جس کے چہرے پر دن ورات کام کرنے کے آثار ظاہر تھے جس کے ھاتھوں میں گٹھے پڑے ہوتے تھے، اس نے کہا: ایک بزرگوار شخص آتا ہے اور ہمیں تیار زمین، بیج اور پانی دیتا ہے اور فصل کی کٹائی کے وقت وہ بزرگوار شخص پھر آتا ہے اور اس کاشتکار کے پاس آجاتا ہے جس کو اس نے زمین، بیج، پانی، سورج کی روشنی، بارش وغیرہ مفت اس کے اختیار میں دی تھی، اور اس سے کھتا ہے: اس فصل میں سے زیادہ تر حصہ تیرا ہے مجھے اس میں سے کچھ نہیں چاہئے لیکن ایک مختصر سا حصہ جس کو میں کھوں اس کو ہدیہ کردو، کیونکہ اس کی مجھے تو بالکل ضرورت نہیں ہے، اگر یہ کاشتکار اس زمین سے حاصل شدہ تمام فصل کو اپنا حق سمجھ لے اور ایک مختصر سا حصہ اس کریم کے بتائے ہوتے افراد کو نہ دے تو واقعاً بہتی بُری بات ہوگی، اور اس کا دل پتھر کی طرح مانا جائے گا، ایسے موقع پر کریم کو حق ہے کہ اس سے منہ موڑ لے اور اس کے برے اخلاق کی سزا دے، اور اس کو کسی بلا میں گرفتار کردے، اس کے بعد اس شخص نے کہا: کریم سے میری مراد خداوند کریم ہے کہ اس نے ہمیں آمادہ زمین عطا کی ہے، نہریں جاری کی ہیں، چشموں کو پانی سے بھر دیا ہے، بارش

---

[۱] سورۂ اعراف آیت 81۔

[۲] سورۂ انبیاء آیت 9۔

برسائی ہے، سورج اور چاند کی روشنی ہی میں دی، ہمیں یہ سب چیزیں عطا کی ہیں جن کے ذریعہ سے ہم مختلف فصلیں حاصل کر لیتے ہیں جو درحقیقت ہمیں مفت حاصل ہوئی ہیں، اس کے بعد ہم سے اپنے غریب بھائیوں کے لئے خمس وزکوٰۃ اور صدقہ دینے کا حکم دیا ہے، اگر ہمان کے حقوق ادا کرنے میں بخل سے کام لیں، تو خداوند عالم کو حق ہے کہ وہ ہمپر اپنا غضب نازل کردے، اور ہمیں سخت سے سخت سزا میں مبتلا کردے۔

اس سلسلے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ [1]

اورخبردار جولوگ خدا کے دیئے ہوتے میں مال میں بخل کرتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ سوچنا کہ اس بخل میں کچھ بھلائی ہے۔ یہ بہت برا ہے، اور عنقریب جس مال میں بخل کیا ہے وہ روز قیامت ان کی گردن میں طوق بنا دیا جائے گا، اور اللہ ہی کے لئے زمین وآسمان کی ملکیت ہے اور وہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

10۔نعمت، زائل ہونے کے اسباب وعلل

قرآن مجید کی حسب ذیل آیتوں (سورہ اسراء آیت 83، سورہ قصص آیت 76 تا79، سورہ فجر آیت 17 تا20، سورہ لیل آیت 8 تا10) سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ درج ذیل چیزیں، نعمتوں کے زائل ہونے، فقر وفاقہ، معاشی تنگ دستی اور ذلت ورسوائی کے اسباب ہیں:

نعمت میں مست ہونا، غفلت کا شکار ہونا، نعمت عطا کرنے والے کو بھول جانا، خداوند عالم سے منہ موڑ لینا، احکام الٰہی سے مقابلہ کرنا اور خدا، قرآن ونبوت اور امامت کے مقابل آجانا، چنانچہ اسی معنی کی طرف درج ذیل آیہ شریفہ اشارہ کرتی ہے:

"وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝". [2]

اور ہم جب انسان پر کوئی نعمت نازل کرتے ہیں تو وہ پہلو بچا کر کنارہ کش ہوجاتا ہے اور جب تکلیف ہوتی ہے تو مایوس ہوجاتا ہے۔

نعمت پر مغرور ہونا، مال ودولت پر حد سے زیادہ خوش ہونا، غریبوں اور مستحقوں کا حق نہ دے کر آخرت کی زادہ راہ سے بے خبر ہونا، نیکی اور احسان میں بخل سے کام لینا، نعمتوں کے ذریعہ شر وفساد پھیلانا، اور یہ تصور کرنا کہ میں نے اپنی محنت، زحمت اور ہوشیاری سے یہ مال ودولت حاصل کی ہے، لوگوں کے سامنے مال ودولت، اور زر وزینت پر فخر کرنا اور اسی طرح کے دوسرے کام،

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 180۔

[2] سورۂ اسراء آیت 83۔

یہ تمام باتیں سورہ قصص کی آیات 76 تا 83 میں بیان ہوئی ہیں۔

یتیموں کا خیال نہ رکھنا، محتاج لوگوں کے بارے میں بے توجہ ہونا، کمزوروارثوں کی میراث کو ہڑپ لینا، نیز مال ودولت کا بجاری بن جانا، یہ سب باتیں حسب ذیل آیات میں بیان ہوئی ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

"كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝"۔ [1]

ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ تم یتیموں کا احترام نہیں کرتے ہو، اور لوگوں کو مسکینوں کے طعام دینے پر آمادہ نہیں کرتے ہو، اور میراث کے مال کو اکھٹا کر کے حلال وحرام سب کھا لیتے ہو، اور مال دنیا کو بہت دوست رکھتے ہو۔

اسی طرح خمس وزکوٰۃ، صدقہ اور راہ خدا میں انفاق کرنے میں بخل سے کام لینے یا تھوڑا سا مال ودولت حاصل کرنے کے بعد خداوندعالم کے مقابل میں بے نیازی کا ڈنکا بجانے اور روز قیامت کو جھٹلانے، کے بارے میں بھی درج آیت اشارہ کرتی ہے:

"وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝"۔ [2]

اور جس نے بخل کیا اور لاپرواہی برتی اور نیکی کو جھٹلایا ہے، ہم اس کے لئے سختی کی راہ ہموار کر دیں گے۔

جس وقت انسان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے تو اس کو خداوندعالم اور اس کے بندوں کی بابت نیکی واحسان کرنے پر مزید توجہ کرنا چاہئے، خداوندعالم کی عطا کردہ نعمتوں کے شکرانہ میں اس کی عبادت اور اس کے بندوں کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنا چاہئے، تاکہ اس کی نعمتیں باقی رہیں اور خداوندعالم کی طرف سے نعمت اور لطف وکرم میں اور اضافہ ہو۔

11۔ اتمام نعمت

تفسیر طبری، تفسیر ثعلبی، تفسیر واحدی، تفسیر قرطبی، تفسیر ابوالسعود، تفسیر فخر رازی، تفسیر ابن کثیر شامی، تفسیر نیشاپوری، تفسیر سیوطی اور آلوسی کی روایت کی بنا پر، اسی طرح تاریخ بلاذری، تاریخ ابن قتیبہ، تاریخ ابن زولاق، تاریخ ابن عساکر، تاریخ ابن اثیر، تاریخ ابن ابی الحدید، تاریخ ابن خلکان، تاریخ ابن حجر اور تاریخ ابن صباغ میں، نیز شافعی، احمد بن حنبل، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، دولابی، محب الدین طبری، ذہبی، متقی ہندی، ابن حمزہ دمشقی اور تاج الدین مناوی نے اپنی اپنی کتب احادیث میں نیز قاضی ابوبکر باقلانی، قاضی عبدالرحمن ایجی، سید شریف جرجانی، بیضاوی، شمس الدین اصفہانی، تفتازانی اور قوشچی نے اپنی اپنی استدلالی کلامی کتب کی روایت کے مطابق [3] بیان کیا ہے کہ جس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کے تداوم اور دین کے تحفظ نیز دنیا وآخرت

[1] سورۂ فجر آیت، 17-20۔

[2] سورۂ لیل آیت 8-10۔

[3] الغدیر، ج1، ص6-8۔

میں انسان کی سعادت کے لئے خداوندعالم کے حکم سے امام و رہبر اور فکر وعقیدہ اور اخلاق وعمل میں گناہوں سے پاک شخصیت حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام جیسی عظیم شخصیت کو 18 ذی الحجہ کو غدیر خم کے میدان میں اپنے بعد خلافت وولایت اور امت کی رھبری کے لئے منصوب فرمایا، اس وقت خداوندعالم نے اکمال دین اور اتمام نعمت اور دین اسلام سے اپنی رضایت کا اعلان فرمایا کہ یہی دین قیامت تک باقی رہے گا، ارشاد ہوا:

"...اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا..."[1]

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے۔

جی ہاں، حضرت علی علیہ السلام کی ولایت، حکومت، رہبری اور دین و دنیا کے امور میں آپ کی طاعت کرنا اکمال دین اور اتمام نعمت ہے۔

وضو سے حاصل ہونے والی پاکیزگی وطہارت کے سلسلے میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے: وضو کا حکم اس لئے دیا گیا ہے اور عبادت کی ابتدا اس لئے قرار دی گئی ہے کہ جس وقت بندگان خدا اس کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے ہیں اور اس سے راز و نیاز کرتے ہیں تو اس وقت ان ہیں پاک ہونا چاہئے، اس کے حکم پر عمل کریں، اور گندگی اور نجاست سے دور رہیں، اس کے علاوہ وضو کے ذریعہ نینداور تھکاوٹ بھی دور ہوجاتی ہے، نیز عبادت خدا اور اس کی بارگاہ میں قیام وعبادت سے دل کو روشنی اور صفا حاصل ہوتی ہے۔[2]

اسی طرح غسل وتیمم بھی موجب طہارت ہیں جن کے لئے خداوندعالم نے حکم دیا ہے، لہٰذا وضو، غسل اور تیمم اور نماز و عبادت کی حالت حاصل ہونے والے پر قرآن مجید کے مطابق اللہ کی نعمت اس پر تمام ہوجاتی ہے:

آخر میں طہارت اور نماز کے بارے میں بیان شدہ آیات پر غور وفکر کرتے ہیں:

"...مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ⑥"۔[3]

۔۔۔خدا تمہارے لئے کسی طرح کی زحمت نہیں چاہتا بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک و پاکیزہ بنادے اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دے شاید تم اس طرح سے اس کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔

اس قسم کی آیات سے نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ خداوندعالم کی طرف سے انسان پر اتمام نعمت معنوی مسائل کو انجام دینے

---

[1] سورۂ مائدہ آیت، 3۔

[2] عن الفضل بن شاذان عن الرضا علیہ السلام قال: انما امر بالوضوء وبدأ به لان يكون العبد طاهرا اذا قام بين يدى الجبار عند مناجاته اياه مطيعا له فيما امره نقيا من الادناس و الجناسة مع ما فيه من ذهاب الكسل وطرد النعاس و تزكية الفؤاد للقيام بين يدى الجبار....

[3] سورۂ مائدہ آیت 6۔

اوراحکام الٰہی کے بجالانے، صحیح عقائد اوراخلاق حسنہ سے آراستہ ہونے کی صورت میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔

12۔نعمت سے صحیح فائدہ اٹھانے کا انعام

وہ مومنین ومومنات جن کے دل ایمان سے آراستہ اورنفس برائیوں سے پاک ہیں اور وہ اعمال صالحہ بجالانے والے، حق بات کہنے والے، اپنے مال سے جود وکرم اور سخاوت کرنے والے، صدقہ دینے والے اور بندگان خدا کی مدد کرنے والوں والے ہیں؛ان کے لئے اجر وثواب اور رضوان وجنت اور ہمیشہ کے لئے عیش وآرام کا وعدہ دیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے اپنی نورانی آیات میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ اہل ایمان کے اعمال کا اجر وثواب ضائع نہیں کیا جائے گا۔

کتاب الٰہی بلند آواز میں یہ اعلان کرتی ہے کہ خداوند عالم کا وعدہ سچا اور حق ہے اوراس کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔

قرآن مجید، اہل ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والے افراد یا یوں کہا جائے کہ قرآن نے مومنین، محسنین، مصلحین، متقین اورمجاہدین کے لئے کئی قسم کا اجر بیان کیا ہے:

اجرعظیم، اجرکبیر، اجرکریم، اجرغیرممنون، اجرحسن۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨"۔ [۱]

اللہ نے صاحبان ایمان اورعمل صالح بجالانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اوراجرعظیم ہے۔

"۔۔۔اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑪"۔ [۲]

۔۔۔وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے مغفرت ہے اور اجرعظیم یعنی بڑا اجر ہے۔

"مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ⑪"۔ [۳]

کون ہے جو اللہ کو قرض الحسنہ دے تا کہ وہ اس کو دوگنا کردے اوراس کے لئے اجر کریم بھی ہو۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑧" [۴]

بے شک جو لوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے اجرغیرممنون (منقطع نہ ہونے والا اجر) ہے۔

"۔۔۔فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا ۔۔۔"۔ [۵]

---

[۱] سورۂ مائدہ آیت 9۔

[۲] سورۂ ہود آیت 11۔

[۳] سورۂ حدید آیت 11۔

[۴] سورۂ فصلت آیت 8۔

[۵] سورۂ فتح آیت، 16۔

۔۔۔تو اگر تم خدا کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں اجر حسن یعنی بہترین اجر عنایت فرمائے گا۔۔۔۔

جی ہاں، اگر دل جیسی نعمت کو ایمان کے لئے بروئے کار لایا جائے، عقل جیسی نعمت سے حقائق کو سمجھنے کے لئے مدد لی جائے، اعضاء و جوارح جیسی نعمت کو اعمال صالحہ کے لئے استعمال کیا جائے، مال و دولت جیسی نعمت کو بندگان خدا کی مشکلات حل کرنے کے خرچ کیا جائے، المختصر یہ کہ اگر تمام نعمتوں سے عبادت خدا اور اس کے بندوں کی خدمت، ان کے ساتھ نیکی و احسان اور تقویٰ و عفت میں مدد لی جائے تو انسان کی دنیاوی سعادت کے علاوہ آخرت میں مذکورہ پانچ قسم کا اجر و ثواب عطا ہوگا، ظاہر ہے کہ ان خداداد نعمتوں کو صحیح راستہ میں خرچ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ ہر عورت و مرد اس کو انجام دے سکتا ہے، اور اگر انسان خدا کی نعمتوں سے صحیح فائدہ اٹھائے تو پھر انسان اور خدا میں کوئی حجاب باقی نہیں رہتا، اور انسان قرب خدا کے وصال کی لذت سے محظوظ نظر آتا ہے۔

کیا ایسا نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام نعمتوں کی قدر پہچانتے ہوتے ان کو صحیح طور پر استعمال کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے سامنے سے تمام حجابات اٹھ گئے تھے یہاں تک کہ خداوند عالم اور ان کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا (سوائے اس کے یہ تمام بزرگوار بندگان خدا تھے)!

امام زمانہ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ) کی طرف سے شیخ بزرگوار ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید (قدس) کو جو توقیع شریف حاصل ہوئی تھی اس میں ہم پڑھتے ہیں:

وَآيَاتِكَ وَ مَقَامَاتِكَ الَّتِي لا تَعْطِيلَ لَهَا فِي كُلِّ مَكَانٍ، يَعْرِفُكَ بِهَا مَنْ عَرَفَكَ، لا فَرْقَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهَا إِلاَّ أَنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ خَلْقُكَ: [1]

خداوندا! پیغمبر اور ائمہ معصومین علیہم السلام تیری نشانیاں ہیں کہ ان سے ہر مقام پر نشانیاں ظاہر ہوں گی، اگر کوئی تیری ذات کو پہچانتا ہے تو ان کے ذریعہ پہچانتا ہے، تیرے اور ان کے درمیان کوئی جدائی اور مبانیت نہیں ہے سوائے اس کے وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔

ہمیں اس مطلب پر غور کرنا چاہئے کہ نعمتیں خود سے انسان اور خدا کے درمیان حجاب نہیں بن جاتیں، بلکہ ان کا غلط استعمال اور شیطانی کاموں میں خرچ کرنے سے انسان اور خدا کے درمیان حجاب پیدا ہوجاتا ہے، اگر نعمتوں سے صحیح فائدہ اٹھایا جائے تو یہ انسان کو مقام قرب تک پہنچنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

انبیاء اور ائمہ علیہم السلام مختلف مادی اور معنوی نعمتوں سے فیضیاب ہوتے تھے، وہ بھی اہل و عیال رکھتے تھے، اپنی روزی کو زراعت، تجارت اور بھیڑ بکریاں چرا کر حاصل کرتے تھے حالانکہ ان ذوات مقدسہ اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں تھا۔

اگر انسان کے اندر عبادت و اطاعت اور بندگی و تسلیم کا حوصلہ مضبوط ہوجائے اور اس کا دل نور معرفت سے روشن

---

[1] مفاتیح الجنان دعای ص255، دعای ہر روز ماہ رجب۔

ہوجائے اورنفس نیکیوں سے بھر جائے،تو انسان بے شک دنیاوی زندگی اوراس کے تمام وسائل واسباب اور دوسری نعمتوں کے ذریعہ معنوی مقامات تک پہنچ سکتا ہے،لیکن جوشخص خدا کی عبادت واطاعت کا حوصلہ نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی نعمتوں سے صحیح فائدہ حاصل نہیں کررہا ہے، اور جب بھی اس کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو اس میں طغیان وسرکشی،غرورونخوت مزید پیدا ہوتا رہتا ہے۔

دعائے کمیل میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے فرمان کے مطابق کیا یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ دل جس میں توحید(خدا) موجود ہو، وہ دل جو معرفت کا مکان ہو، وہ زبان جس سے ذکر خدا ہو،جس کے باطن میں خدا کی محبت ہو، وہ باطن جو صادقانہ اعتراف اورخداوندعالم کی بارگاہ میں خاضع ہو، پیشانی خاک پررکھی ہو،جس زبان سے خدا کا شکراوراس کی توحید کا اقرارکیا ہو،جس دل سے خدا کی الوہیت کا اقرار کیا ہو،جن اعضاء وجوارح سے شوق ورغبت کے ساتھ مساجد کا رخ کیا ہو،کیا کل روز قیامت ان سب کوجہنم میں جلادیا جائے گا!!

جن نعمتوں کے ذریعہ عبادت خدااورخدمت خلق کی گئی ہو،ان کے ذریعہ کل روز قیامت رضائے الٰہی اورخلد بریں کے دروزاے کھول دیئے جائیں گے۔

قارئین کرام! آخر میں دواہم حقائق کا خلاصہ کرتے ہوتے اس بحث کوختم کرتے ہیں:

1۔ مذکورہ تمام آیات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ عبادت، بندگی، اطاعت اورخدمت نام ہے نعمت ونعمت عطا کرنے والے کی معرفت اورمعین کردہ راستے میں اس کی نعمتوں کواستعمال کرنے کا۔

2۔ گناہ ومعصیت، خطاوغلطی، شرک وکفر،فسق وفجوراورفحشا ومنکر نام ہے نعمت عطا کرنے والے سے غفلت،نعمت پر غرور،ذات خدا سے بے رخی اوراس کی عطا کردہ نعمتوں کوحرام اورغیراخلاقی کاموں میں خرچ کرنے کا۔

گناہ اوراس کا علاج

"يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۝۵۷"۔[1]

پیغمبر کہہ دیجئے کہ یہ قرآن فضل ورحمت خدا کا نتیجہ ہے لہٰذا ان ہیں اس پرخوش ہونا چاہئے کہ یہ ان کے جمع کئے ہوتے اموال سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

صلح وصفا کی کنجی

انسان کوجب یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جس ذات نے اس پرظاہری وباطنی نعمتیں کامل اوروسیع پیانے پرعطا کی ہے،لیکن

[1] سورۂ یونس آیت،57۔

اس نے گزشتہ عمر میں غفلت سے کام لیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ تمام نعمتوں کو دنیاوآخرت کی سعادت اور خدا کے لطف و کرم کے دروازے کھولنے کے لئے بروئے کار نہیں لایا ہے، بلکہ اکثر اوقات خدا کی مخالفت کی ہے جس کے نتیجہ میں گناھان صغیرہ وکبیرہ کا مرتکب ہوا ہے جس سخت خسارہ میں ہے اور ہواو ہوس اور ظاہری اور باطنی شیطان کی بندگی کا ٹیکا اس کی پیشانی پر لگ گیا ہے، تو اس پر واجب ہے کہ اپنے شرمناک ماضی کے جبران وتلافی کے لئے، جہل وغفلت خطا ومعصیت اور شرمناک اعمال اور شیطانی امور سے توبہ کرکے خدا کی بارگاہ میں استغفار کرے اور خدا کا بندہ بن جائے، اور اپنی زندگی میں صلح وصفا کا آفتاب چمکائے۔

جی ہاں، رحمت خدا سے مدد لینے اور اس کی عنایت خاص سے طاقت حاصل کرنے نیز اس کے ملکوتی فیض کو کسب کرنے کے لئے اس کو خدا کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس راستہ کو عزم وارادہ، اور عاشقانہ جھاد کی طرح ہمیشہ طے کرنا چاہئے تا کہ اس کا ظاہر وباطن فسق وفجور، برائیوں وخطاؤں اور برے اخلاق سے مکمل پاک ہوجائے، نیک وصالح اور عابد بندوں کی صف میں آجائے اور خدا کے غضب کے بدلے رحمت، اور دردناک عذاب کے بدلے جنت کا مستحق بن جائے۔

اس طرح سے اپنے ماضی کی نسبت بیداری اور توبہ واستغفار کرنا نیز اپنے ظاہر وباطن کو برائیوں اور گناہوں سے دھونا خدا سے صلح ودوستی کی کنجی ہے۔

چونکہ خداوندعالم کی بارگاہ میں توبہ و استغفار، عظیم ترین عبادت، مفید فرصت ہے، اور قرآن کریم کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی تعلیمات کا ایک عظیم حصہ اسی حقیقت سے مخصوص ہے، لہٰذا توبہ کرنے والے شخص پر لازم ہے کہ توبہ کے سلسلہ میں غور کرے تا کہ اس عظیم عبادت، بہترین حقیقت اور سنہرے موقع سے فیضیاب ہوسکے۔

گناہ بیماری ہے

ہر انسان ذاتی طور پر اور باطنی لحاظ سے پاک وسالم اس دنیا میں آتا ہے۔

حرص، حسد، بخل، ریاکاری، فسق وفجور اور دیگر گناہ انسان کی ذات میں نہیں ہوتے بلکہ خاندان، معاشرہ اور دوستوں کی صحبت کی وجہ انسان گناہوں میں ملوث ہوتا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

كُلُّ مَولودٍ يولد عَلَى فِطْرَةِ الإِسْلاَمِ، حَتّى يكُونَ ابواه يهودانه وينصّرانه. [1]

ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، مگر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنادیتے ہیں۔

منحرف استاد، منحرف معاشرہ اور منحرف سماج، انسان کی گمراھی میں بہت زیادہ موثر ہوتے ہیں۔

چنانچہ انسان ان ہیں اسباب کی بنا پر فکری وعملی اور اخلاقی لحاظ سے گمراہ ہوجاتا ہے، اور گناہوں

[1] عوالی اللئالی ج135، الفصل الرابع، حدیث18؛ بحارالانوار ج3281؛ باب11، حدیث22۔

میں ملوث ہوجاتا ہے، لیکن ان تمام چیزوں کا علاج بھی موجود ہے قرآن مجید کی نظر سے یہ بیماری قابل علاج ہے اور اس مرض کے دوا بیان کی گئی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ"۔ [1]

پیغمبر کہہ دیجئے کہ یہ قرآن فضل و رحمت خدا کا نتیجہ ہے لہٰذا ان ہیں اس پر خوش ہونا چاہئے کہ یہ ان کے جمع کئے ہوتے اموال سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

قرآن کی نظر میں یہ بیماری خداوند عالم کی مغفرت اور بخشش کے ذریعہ قابل علاج ہے:

"اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"۔ [2]

علاوہ ان لوگوں کہ جنہوں اس کے بعد توبہ کرلی اور اپنی اصلاح کرلی، یقیناً خدا غفور اور رحیم ہے۔

ناامیدی کفر ہے

جس وقت قرآن مجید کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایت کے ذریعہ یہ معلوم ہوجائے کہ ظاہری اور مخفی طور پر کئے جانے والے گناہ ایک بیماری ہے، اور یہ بیماری قابل علاج ہے، اس پر خداوند عالم پردہ ڈال سکتا ہے، تو گناہگار کو چاہئے کہ اس خطرناک اور مھلک کنویں سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اپنے گناہوں کی بخشش کی امید رکھے، خداوند عالم کے لطف و کرم اور عنایت سے توقع رکھے اور اس مثبت امید کے سہارے حقیقی توبہ اور عاشقانہ صلح نیز اپنے گزشتہ گناہوں کی تلافی کرے تاکہ اس بیماری اور خسارے کو دور کرسکے، کیونکہ انسان یہ کام کرسکتا ہے، توبہ و استغفار اور اس بیماری کے علاج کے علاوہ چھوٹے ہوتے واجبات کی ادائیگی کرے، اس سلسلہ میں ناامیدی و یاس، سستی اور کسالت، شیطانی اور انحرافی نعرہ لگانا مثلاً کہنا کہ اب تو ہمارے سر سے پانی گزر گیا ہے، چاہے ایک بالشت ہو یا سو بالشت غرض یہ سب چیزیں حرام اور کفر کے برابر ہے۔

"۔۔۔وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ"۔ [3]

۔۔۔اور رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا کہ اس کی رحمت سے کافر قوم کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا ہے۔

البتہ جو شخص خدا کی رحمت و مغفرت اور بخشش کا امیدوار ہو، اس کے لئے اپنی امید کے اسباب و وسائل فراہم کرنا ضروری ہے مثلاً گناہوں پر شرمندہ ہونا، ان سے کنارہ کشی کرنا، ترک شدہ واجبات کو ادا کرنا، لوگوں کے حق کو ان تک واپس لوٹانا، اپنے عمل اور اخلاق کی اصلاح کرنا، کیونکہ یہ ایک مثبت امید ہے اور بالکل اسی کسان کی طرح ہے کہ جس نے سردیوں کے موسم میں

---

[1] سورۂ یونس آیت، 57۔

[2] سورۂ آل عمران آیت، 89۔

[3] سورۂ یوسف آیت 87۔

اپنی زمین کو جوتا بویا ہو، اور کھاد پانی کا خیال رکھا ہو اس امید کے ساتھ کہ وہ گرمی میں فصل کاٹے گا۔

لیکن اگر انسان اپنی امید کے پورا ہونے کے اسباب فراہم نہ کرے تو اس کی امید بے فائدہ اور بے ثمر ہوگی اور اس کسان کی طرح ہوگی جس نے زمین میں کوئی کام نہ کیا ہو اور نہ ہی زمین میں بیج ڈالا ہو، لیکن فصل کاٹنے کی امید رکھتا ہو، تو کیا ایسا شخص فصل کاٹنے کی امید رکھ سکتا ہے؟ ایک معتبر حدیث میں صحیح اور غلط امید کے بارے میں اشارہ ہوا ہے:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو گناہوں میں ملوث رہتے ہیں اور گناہوں سے آلودگی کی حالت میں کہتے ہیں: ہم خدا کی رحمت ومغفرت اور اس کی بخشش کے امیدوار ہے۔ یہاں تک کہ ان کی موت آجاتی ہے، امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ لوگ غلط امید کے شکار ہیں، کیونکہ جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے ضروری قدم بھی اٹھاتا ہے اور اگر کسی چیز سے ڈرتا ہے تو وہ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ [1]

علاج کرنے والے اطباء

جب ہمارے کے لئے یہ بات ثابت ہو چکی کہ گناہ کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک بیماری کی طرح ہے جیسا کہ بعض اسباب کی بنا پر انسان کے جسم میں بیماری پیدا ہو جاتی ہے، یہ ایک ایسی بیماری ہے کہ جو انسان کے دل ودماغ، نفس اور ظاہر وباطن پر اثر انداز ہوتی ہے، اور جس طرح بدن کی بیماریاں طبیب کے پاس جانے اور اس کے لکھے ہوتے نسخہ پر عمل کرنے سے قابل علاج ہوتی ہیں، اسی طرح معنوی بیماری کے لئے بھی علاج کرنے والے طبیب موجود ہیں، لہٰذا ان کی طرف رجوع کیا جائے اور ان کے بتائے گئے احکام پر عمل کرتے ہوتے اپنے دل ودماغ سے اس بیماری کی جڑیں ختم کی جائیں، اگرچہ وہ بیماری بہت خطرناک مرحلہ تک پہنچ گئی ہو! اس طرح کی بیماریوں کے طبیب خود ذات پروردگار، انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام نیز علمائے ربّانی ہیں۔

گناہگار کے علاج کا نسخہ قرآن کریم، انبیاء، ائمہ اور علمائے ربانی ہیں، ان کی حکیمانہ باتیں اور مشفقانہ نصیحتیں اور دلسوز وعظ ان بیماریوں کا مرہم ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل گناہ کو خطاب کرتے ہوتے فرماتے ہیں:

اَیها النَّاسُ اَنْتُم کَالْمَرْضیٰ وَرَبُّ العَالَمِینَ کَالطَّبِیبِ فَصَلاحُ الْمَرضیٰ فِیمَا یعْمَلُهُ الطَّبِیبُ وَیدَبِّرُهُ لَا فِیمَا یشْتَهِیهِ المَرِیضُ وَیقْتَرِحُهُ۔ [2]

---

[1] عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: قلت له: قوم یعملون بالمعاصی و یقولون نرجو فلا یزالون کذلک حتی یاتیهم الموت فقال: هؤلاء قوم یترجحون فی الامانی کذبوا لیسوا براجین ان من رجا شئیا طلبه ومن خاف من شیء هرب منه۔

[2] عدۃ الداعی ص37 الباب الاول فی لاالحث علی الدعاء؛ ارشاد القلوب ج1، ص153، الباب السابع والاربعون فی الدعاء؛ بحار الانوار ج81، ص61، حدیث 12۔

اے اہل گناہ! تم بیمار لوگوں کی طرح ہو، اور تمہارا پروردگار طبیب کی طرح، بیمار کی بھلائی طبیب تدبیر اور تجویز میں ہے، نہ کہ بیمار کے ذائقہ اور اس کی مرضی میں۔

احادیث معصومین علیہم السلام میں بھی انبیاء کرام، ائمہ معصومین (علیہا لسلام) اور علمائے ربانی کو بھی طبیب کا عنوان دیا گیا ہے۔

بیمار گناہ کو اپنے علاج کے لئے ان مہربان طبیبوں کے پاس جانا چاہئے اور ان کی مرضی کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اپنے صحت وسلامتی کے بارے میں امیدوار ہونا چاہئے اور اس کے لئے توبہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

محترم قارئین! واضح رہے کہ ہم یہاں ان طبیبوں کے چند معنوی نسخوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں تا کہ بیمار گناہ ان نسخوں کا مطالعہ کر کے اپنا علاج کر لے یا علمائے کرام کی زبانی سن کر اپنے دکھ درد کو مٹا لے، ارشاد ہوتا ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [1]

اے! پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو (بھی) بخش دے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ"[2]

ایمان والو! اگر تم تقوی الٰہی اختیار کرو گے تو وہ تمہیں حق و باطل میں فرق کی صلاحیت عطا کر دے گا۔ تمہاری برائی کی پردہ پوشی کرے گا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا، یقیناً وہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا"۔ [3]

ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سیدھی بات کرو۔ تا کہ وہ تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے اور جو شخص بھی خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی کے درجے پر فائز ہوگ۔

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 31۔

[2] سورۂ انفال آیت، 29۔

[3] سورۂ احزاب آیت، 70۔71۔

وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ"۔ [1]

ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں کہ جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور راہ خدا میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو کہ یہی تمہارے حق میں سب سے بہتر ہے، اگر تم جاننے والے ہو۔ وہ تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کردے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ان میں پاکیزہ محل ہوں گے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

"اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ"۔ [2]

اگر تم اللہ کو قرض الحسنہ دو گے تو وہ اسے دوگنا بنادے گا اور تمہیں معاف بھی کردے گا کہ وہ بڑا قدرداں اور برداشت کرنے والا ہے۔

"وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [3]

اور جن لوگوں نے برے اعمال کئے اور پھر توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو توبہ کے بعد تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

"۔۔۔فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [4]

۔۔۔پھر اگر (وہ لوگ) توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

"وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [5]

اور دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، انہوں نے نیک اور بداعمال مخلوط کردیئے ہیں، عنقریب خدا ان کی توبہ قبول کرلے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ آیات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر کوئی گناہگار خداوند عالم کی رحمت و معرفت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوجائے، اس کا سیاہ نامہ اعمال معنوی سفیدی اور نور میں تبدیل ہوجائے، اور روز

---

[1] سورۂ صف آیت 10۔12۔

[2] سورۂ تغابن آیت 17۔

[3] سورۂ اعراف آیت 153۔

[4] سورۂ توبہ آیت 5۔

[5] سورۂ توبہ آیت 120۔

قیامت کے دردناک عذاب سے چھٹکارا مل جائے تو اسے چاہئے کہ قرآن مجید میں بیان شدہ نسخوں کے پیش نظر حسب ذیل امور پر عمل کرے:

1۔ سیرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی کرے۔

2۔ تقویٰ و پرہیز گاری کی رعایت کرے اور اپنے آپ کو گناہوں سے دور رکھے۔

3۔ حق بات کہے، اور وقت پر گفتگو کرے۔

4۔ خداوند عالم کی اطاعت کرے۔

5۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے۔

6۔ خدا پر ایمان رکھے۔

7۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھے۔

8۔ مال و دولت کے ذریعہ راہ خدا میں جہاد و کوشش کرے۔

9۔ راہ حق میں دل و جان سے کوشش کرے۔

10۔ ضرورت مندوں کو قرض الحسنہ دے۔

11۔ گناہوں سے دوری اختیار کرے اور خدا کی طرف پلٹ جائے۔

12۔ غلط و باطل عقائد سے اجتناب کرے۔

13۔ نماز قائم کرے۔

14۔ زکوٰۃ ادا کرے۔

15۔ خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اقرار واعتراف کرے۔

جاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِي فَقالَ: يارَسُولَ اللهِ، ما عَمَلُ اَهلِ الْجَنَّةِ؟ فَقالَ: اَلصِّدْقُ، اِذا صَدَقَ الْعَبْدُ بَرَّ، وَ اِذا بَرَّ آمِنَ وَاِذا آمِنَ دَخَلَ الْجَنَّةَ. فَقالَ يا رَسُولَ اللهِ، ما عَمَلُ اَهلِ النّارِ، قالَ: اَلْكِذْبُ، اِذا كَذَبَ الْعَبْدُ فَجَرَ وَاِذا فَجَرَ كَفَرَ، وَاِذا كَفَرَ دَخَلَ النّارَ. [1]

ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! اہل بہشت کا عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: صداقت، کیونکہ جس وقت خدا کا بندہ سچ بولتا ہے تو اس نے نیکی انجام دی ہے، اور جب نیکی کرتا ہے تو امان مل جاتی ہے اور جب امان مل جاتی ہے تو جنت میں داخل ہوجاتا ہے، سوال کرنے والے نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اہل جہنم کا عمل کیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جھوٹ، کیونکہ جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کرتا ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو ناشکری اور کفر سے

[1] مجموعۂ ورام، ج1، ص43۔، باب ما جاء فی الصدق و الغضب للہ، ارشاد القلوب، ج1 ص851۔ باب 51۔

دچار ہوجاتا ہے اور کفر کرتا ہے تو جہنم میں داخل ہوجاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم سے سوال کیا:

بِمَ یعْرَفُ الْمُؤْمِنُ؟ قالَ:بِوَقارِہِ، وَلینِ کَلامِہِ، وَصِدْقِ حَدیثِہِ: [۱]

یارسول اللہ! کن اعمال سے مومن کی پہچان ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وقار، نرم لہجہ اور صداقت سے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا:

اِجْتَمِعُوا، فَإِنِّی اُرِیدُ اَن اَقُومَ فیکُمْ بِکَلِمَتَین :فَاجْتَمَعُوا عَلی بابِہِ فَخَرَجَ عَلَیھِمْ فَقالَ:یابَنی اِسْرائیلَ، لایدْخُلْ اَجْوافَکُمْ اِلاّطَیبٌ وَلایخْرُجْ مِنْ اَفْواھِکُمْ اِلاّطَیبٌ: [۲]

تم لوگ ایک جگہ جمع ہوجاؤ کہ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں، جب لوگ جناب داؤد علیہ السلام کے دروازہ پر جمع ہو گئے تو انہوں نے ان کے روبرو ہوکر خطاب کیا: اے بنی اسرائیل! پاک اور حلال چیزوں کے علاوہ کچھ نہ کھاؤ، اور صحیح اور حق بات کے علاوہ زبان مت کھولو۔

جناب جابر کہتے ہیں: میں نے سنا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن عجرہ سے فرمارہے ہیں:

لایدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُہُ مِنَ السُّحْتِ، اَلنّارُ اَوْلی بِہِ [۳]

جس شخص کا گوشت حرام مال سے بڑھا ہو، وہ بہشت میں نہیں جاسکتا، بلکہ جہنم اس کے لئے زیادہ سزاوار ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

مَنْ نَقَلَہُ اللہُ مِنْ ذُلِّ الْمَعاصی اِلی عِزِّ التَّقْوی اَغْناہُ بِلا مالٍ، وَاَعَزَّہُ بِلا عَشیرَۃٍ، وَاَنَسَہ بِلا آنیسٍ: [۴]

جس شخص کو خداوندعالم گناہوں کی ذلت سے نکال کر تقویٰ کی عزت تک پہنچادے تو خدا اس کو بغیر مال عطا کئے بے نیاز بنادیتا ہے، اور بغیر قوم وقبیلہ کے عزت دیتا ہے، اور بغیر دوست کے انس ومحبت عطا فرماتا ہے۔

عَنِ اَمیرِ الْمُؤْمِنینَ :اَلدُّنیا مَمَرٌّ، وَالنّاسُ فیھا رَجُلانِ:رَجُلٌ باعَ نَفْسَہُ فَاَوْبَقَھا، وَرَجُلٌ ابْتاعَ نَفْسَہُ فَاَعْتَقَھا: [۵]

---

[۱] مجموعۂ ورام، ج1، ص43۔، باب ماجاء فی الصدق ولغضب للہ، مستدرک الوسائل ج8 ص455 باب91 حدیث9985۔

[۲] مجموعۂ ورام، ج1، ص60۔ باب العتاب۔

[۳] مجموعۂ ورام، ج1، ص61۔ باب العتاب۔

[۴] مجموعۂ ورام، ج1، ص65۔ باب العتاب۔

[۵] مجموعۂ ورام، ج1، ص75۔ باب العتاب۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: دنیا ایک گزرگاہ (یعنی راستہ) ہے جس سے دوطرح کے لوگ گزرتے ہیں: ایک وہ شخص جس نے اپنے آپ کو دنیا کے بدلے فروخت کردیا لہٰذا اس نے خود کو نابود کرلیا، دوسرے وہ شخص ہے جس نے دنیا سے اپنے آپ کو خرید لیا، لہٰذا اس نے خود کو آزاد کرلی۔

مروی ہے کہ ایک شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوکر عرض کرتا ہے:

میں ایک گناہگار شخص ہوں اور گناہ پر صبر نہیں کرسکتا، لہٰذا مجھے نصیحت فرمائیے، تو امامؑ نے اس سے فرمایا: تو پانچ چیزوں کو انجام دے اس کے بعد جو چاہے گناہ کرنا:

1۔خدا کا عطا کردہ رزق مت کھا۔

2۔خدا کی حکومت وولایت سے باہر نکل جا۔

3۔ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ دیکھتا ہو۔

4۔جس وقت ملک الموت تیری روح قبض کرنے آئے تو اس بچ کر بھاگ جانا۔

5۔جب (روز قیامت) تجھے مالکِ دوزخ، دوزخ میں ڈالنا چاہے تو اس وقت دوزخ میں نہ جانا۔[1]

قَالَ عَلِي بْنُ الْحُسينِ عليه السلام: اِنَّ الْمَعْرِفَةَ وَ كَمالَ دينِ الْمُسْلِمِ تَرْكُهُ الْكَلامَ فيما لا يعْنيهِ, وَ قِلَّةُ مِرائِهِ وَ حِلْمُهُ وَ صَبْرُهُ وَ حُسْنُ خُلْقِهِ:[2]

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: بے شک مسلمانوں کی معرفت اور دین کا کمال اس میں ہے کہ بے فائدہ گفتگو سے پرہیز کرے، نزاع وجھگڑے سے دور رہے، صبر وحلم اور حسن خُلق سے کام لے۔

عَنِ الْبَاقِرِ عليه السلام: مَنْ صَدَقَ لِسانُهُ زَكىٰ عَمَلُهُ وَمَنْ حَسُنَتْ نِيتُهُ زِيدَ فِي رِزْقِهِ وَمَنْ حَسُنَ بِرُّهُ بِأَهلِهِ زِيدَ فِي عُمْرِهِ۔[3]

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جس شخص کی زبان سچ بولے اس کا عمل پاکیزہ ہوجاتا ہے، اور جس شخص کی نیت اچھی ہو اس کی روزی میں اضافہ ہوجاتا ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ نیکی واحسان کرے اس کی عمر بڑھ جاتی ہے۔

---

[1] روی ان الحسين بن علی عليه السلام جاء ه رجل و قال:انا رجل عاص ولا اصبر عن المعصية فعظنی بموعظة۔ فقال عليه السلام:افعل خمسة اشياء واذنب ما شئت فاول ذلك لا تاكل رزق الله واذنب ما شئت والثانی اخرج من ولاية الله واذنب ما شئت والثالث اطلب موضعا لا يراك الله واذنب ما شئت والرابع اذا جاء ملك الموت ليقبض روحك فادفعه عن نفسك واذنب ما شئت والخامس اذا أدخلك مالك فی النار فلا تدخل فی النار واذنب ما شئت۔

[2] تحف العقول ص279؛ بحار الانوار، ج75، ص137، باب 21، حدیث 3۔

[3] بحار الانوار ج75، ص175، باب 22، حدیث 5۔

عَن اَبِي عَبۡدِاللہِ عليه السلام: اَوۡرَعُ النَّاسِ مَنۡ وَقَفَ عِنۡدَ الشُّبۡهَةِ۔ اَعۡبَدُ النَّاسِ مَنۡ اَقَامَ الۡفَرائِضَ اَزۡهَدُ النَّاسِ مَنۡ تَرَكَ الۡحَرامَ۔ اَشَدُّ النَّاسِ اجۡتِهاداً مَنۡ تَرَكَ الذُّنُوبَ:[1]

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: سب سے زیادہ باتقویٰ وہ شخص ہے جو خود کو مشتبہ چیزوں سے محفوظ رکھے، سب سے اچھا بندہ وہ ہے جو واجبات الٰہی کو بجالائے، زاہد ترین شخص وہ ہے جو حرام چیزوں کو ترک کرے، اور سب سے زیادہ جدو جہد کرنے والا شخص وہ ہے جو گناہوں چھوڑ دے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام بن حکم سے فرمایا:

رَحِمَ اللهُ مَنِ اسۡتَحۡيىٰ مِنَ اللهِ حَقَّ الۡحَياءِ، فَحَفِظَ الرَّأۡسَ وَما حَوٰى، وَالۡبَطۡنَ وَ ما وَعىٰ، وَذَكَرَ الۡمَوۡتَ وَالۡبِلىٰ، وَعَلِمَ اَنَّ الۡجَنَّةَ مَحۡفُوفَةٌ بِالۡمَكارِهِ، وَ النَّارَ مَحۡفُوفَةٌ بِالشَّهَواتِ:[2]

خداوند عالم رحمت کرے اس شخص پر جو خدا کے سامنے اس طرح شرم کرے جس کا وہ حقدار ہے، آنکھ، کان اور زبان کو گناہوں سے محفوظ رکھے، اپنے کو لقمہ حرام سے بچائے رکھے، قبر اور قبر میں بدن کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھے، اور اس بات پر توجہ رکھے کہ جنت زحمت و مشکلات کے ساتھ ہے اور جہنم لذت شہوت کے ساتھ۔

حضرات انبیاء کرام، اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے ان نیک امور اور انسان کو شقاوت و ہلاکت سے بچانے والے اہم مسائل کو بیان کیا ہے جن کی تفصیل معتبر کتابوں میں بیان ہوئی ہے، مذکورہ احادیث اسی ٹھاٹے مارتے ہوتے قیمتی سمندر کے چند قطرے تھے۔ اسی طرح علماء کرام سے وعظ و نصیحت نقل ہوئی ہیں جو انسان کی بیماری کے علاج کے لئے بہترین نسخے ہیں، جن کے ذریعہ انسان اپنے نفس کو گناہوں کی گندگی اور کثافت سے بچا سکتا ہے، ذیل میں ان کے چند نمونے بھی ملاحظہ فرمالیں:

ایک عارف نے کہا: ہم نے چار چیزوں کو چار چیزوں میں طلب کیا لیکن راستہ کا غلط انتخاب کیا، اور ہم نے دیکھا وہ چار چیزیں دوسری چار چیزوں میں ہیں:

1۔ بے نیازی کو مال و دولت میں ڈھونڈا لیکن قناعت میں پایا۔

2۔ مقام و عظمت کو حسب و نسب میں تلاش کیا لیکن تقویٰ میں ملا۔

3۔ چین و سکون کو مال کی کثرت میں ڈھونڈا لیکن کم مال میں پایا۔

4۔ نعمت کو لباس، غذا اور لذتوں میں تلاش کیا لیکن اس کو بدن کی صحت و سلامتی میں دیکھا۔[3]

جناب لقمان نے اپنے فرزند کو وصیت کرتے ہوتے فرمایا: کل روز قیامت خدا کی بارگاہ میں، چار چیزوں کے بارے

---

[1] خصال ج1، ص16، حدیث56؛ تحف العقول ص489؛ بحارالانوار ج75، ص192، باب23، حدیث5۔

[2] تحف العقول ص390؛ بحارالانوار ج75، ص305، باب25 حدیث1؛ مستدرک الوسائل ج8 ص464، باب93، حدیث 10022۔

[3] مواعظ العددیہ ص336۔

میں سوال کیا جائے گا: اپنی جوانی کس چیز میں گزاری، اپنی عمر کو کس چیز میں تمام کیا، مال و دولت کہاں سے حاصل کی اور حاصل شدہ مال و دولت کہاں پر خرچ کیا؟ لہٰذا اس کے لئے جواب تیار کرلو۔[1]

ایک عارف کہتے ہیں: دانشوروں نے چار چیزوں پر اتفاق کیا ہے اور میں نے ان کو چار چیزوں سے انتخاب کیا ہے:

1۔توریت: جس شخص نے قناعت کی وہ سیر ہو گیا۔

2۔زبور: جس شخص نے سکوت اختیار کیا وہ صحیح و سالم رہے۔

3۔انجیل: جس شخص نے ناحق چیزوں اور نامناسب لوگوں سے کنارہ کشی کی اس نے نجات پائی۔

4۔قرآن: جو شخص خدا کی پناہ میں چلا گیا وہ راہ مستقیم کی ہدایت پا گیا۔[2]

سلیمان علی نے حمید طویل سے کھا: مجھے موعظہ و نصیحت فرمائیے: تو حمید نے کہا: اگر خلوت میں خدا کی معصیت کر رہے ہو اور یہ جانتے ہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے، تو تم نے بہت بڑے کام کی جرئت کی اور اگر تم یہ سوچو کہ خدا نہیں دیکھ رہا ہے تو تم کافر ہو گئے۔[3]

جناب جبرئیل نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر روئے زمین پر ہم لوگ عبادت کیا کرتے تو تین کام انجام دیتے: مسلمان کو پانی پلاتے، اہل و عیال رکھنے والوں کی مدد کرتے، اور لوگوں کے گناہوں کو چھپایا کرتے۔[4]

ایک عالم بزرگوار نے فرمایا: خداوندا! تجھ سے امید رکھنا، تیری سب سے بڑی عبادت ہے، اور تیری ثنا کرنا میری زبان پر شیرین ترین سخن ہے، اور تجھ سے ملاقات کا وقت، میرے نزدیک محبوب ترین وقت ہے۔[5]

ایک عارف فرماتے ہیں: ابلیس پانچ چیزوں کی وجہ سے بدبخت اور ملعون ہوا ہے:

گناہ کا اقرار نہ کیا اور گناہ پر شرمندہ نہ ہوا، اپنی ملامت نہیں کی، توبہ کا ارادہ نہ کیا، اور رحمت خدا سے مایوس ہو گیا؛ لیکن جناب آدم پانچ چیزوں کی وجہ سے کامیاب ہو گئے: اپنی خطا کا اقرار کیا، شرمندہ ہوئے، اپنی ملامت کی، توبہ کرنے میں جلدی کی اور رحمت خدا سے ناامید نہیں ہوئے۔[6]

---

[1] عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: کان فیما وعظ بہ لقمان ابنی ...واعلم انک ستسأل غداً اذا وقفت بین یدی اللہ عز وجل عن اربع: شبابک فیما ابلیتہ و عمرک فیما افنیتہ ومالک مما اکتسبتہ وفیما انفقتہ فتاھب لذلک وأعد لہ جواب۔

[2] مواعظ عددیہ ص240۔

[3] مجموعہ ورام ج1، ص236 باب محاسبۃ النفس۔

[4] مجموعہ ورام ج1، ص236، باب ذکر الأشرار والفجّار۔

[5] مواعظ عددیہ ص190۔

[6] مواعظ عددیہ ص278۔

یحیٰ بن معاذ کہتے ہیں: جو شخص زیادہ کھانا کھاتا ہے تو اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے، اور جس کی طاقت زیادہ ہوجاتی ہے اس کی شہوت میں (بھی) اضافہ ہوجاتا ہے، اور جس کی شہوت میں اضافہ ہوجاتا ہے اس کے گناہ بھی زیادہ ہوتے ہیں، اور جس کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں وہ سنگ دل بن جاتا ہے اور جو سنگ دل ہوجاتا ہے وہ دنیا کے زرق و برق اور اس کی آفات میں گرفتار ہوجاتا ہے۔[1]

اولیاء کی صفات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان میں تین خصلتیں پائی جاتی ہیں:

1۔سکوت اختیار کرتے ہیں اور اپنی زبان کو محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں نجات کا دروازے ہیں۔

2۔ان کا شکم خالی رہتا ہے، جو خیرات کی کنجی ہوتی ہے۔

3۔دن بھر کے روزے اور رات بھر کی عبادت کی وجہ سے اپنے نفس کو زحمت میں ڈالتے ہیں۔[2]

قارئین کرام! اگر ہر گناہگار بندہ؛ خدا، رسول اور ائمہ معصومین علیہم السلام نیز علمائے کرام کے بتائے نسخہ پر عمل کرے تو یقیناً اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کی بیمار روح کا علاج ہونا ممکن ہے۔

گناہگار انسان کو اس بات پر توجہ رکھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت، ائمہ علیہم السلام کی امامت اور علمائے کرام کے علم و حکمت کا اصلی مقصد انسانوں کی فکری، روحی، اخلاقی اور عملی بیماریوں کا علاج کرنا ہے، لہٰذا گناہگار بندے کا مغفرت سے ناامید ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، لہٰذا اپنے دل کو یاس و ناامیدی سے آلودہ نہیں کرنا چاہئے، اپنے کو گناہوں پر باقی نہیں رکھنا چاہئے، اور نہ ہی اپنی شقاوت و بدبختی میں اضافہ کرنا چاہئے، بلکہ گناہگار انسان اس پر لازم ہے کہ خداوند عالم، انبیاء وائمہ علیہم السلام کی تعلیمات خصوصاً خداوند عالم کی رحمت واسعہ اور اس کے لطف و کرم کے مدنظر اپنے گناہوں سے توبہ کرلے۔

توبہ واجبِ فوری ہے

گزشتہ بحث میں ہم ثابت کرچکے ہیں کہ قرآن مجید اور الٰہی تعلیمات کی رو سے گناہ ایک بیماری ہے، اور بتاچکے ہیں کہ یہ بیماری قابل علاج ہے، نیز یہ بھی واضح کرچکے ہیں کہ اس بیماری کے علاج کرنے والے اطباء یعنی خدا، انبیاء، ائمہ علیہم السلام اور علمائے دین ہیں، لہٰذا گناہگار بندے کو اپنی بیماری کے علاج کے لئے ان مقدس ترین اطباء کے پاس جانا چاہئے، اور ان کے تجویز کردہ نسخہ پر عمل کرنا چاہئے تاکہ اس بیماری سے شفا مل جائے، صحت و سلامتی لوٹ آئے، اور نیک و صالح بندوں کے قافلہ میں شامل ہوجائے۔

گناہوں کے بیمار کو اس چیز پر توجہ رکھنا چاہئے کہ جس طرح انسان عام بیماری کے معلوم ہونے کے فوراً بعد اس کے علاج کے لئے طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تاکہ درد و تکلیف سے نجات حاصل ہونے کے علاوہ بیماری بدن میں جڑ نہ پکڑ لے، جس کا

---

[1] مواعظ عددیہ ص280۔

[2] مواعظ عددیہ ص192۔

علاج ناممکن ہوجائے، اسی طرح گناہ کی بیماری کے علاج کے لئے بھی جلدی کرنا چاہئے اور بہت جلد الٰہی نسخہ پر عمل کرتے ہوتے توبہ واستغفار کرنا چاہئے، تاکہ گناہ وظلمت، معصیت، شرّ شیطان اور ہوائے نفس کا اس کی زندگی سے خاتمہ ہوجائے، اور اس کی زندگی میں رحمت ومغفرت، صحت وسلامتی کا نور چمکنے لگے۔

گناہگار کو چاہئے کہ خواب غفلت سے باہر نکل آئے، اپنی نامناسب حالت پر توجہ دے اور یہ سوچے کہ میں نے خدا کے ان تمام لطف وکرم، احسان اور اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں شب وروز اپنی عمر کو نور اطاعت وعبادت اور خدمت خلق سے منور کرنے کے بجائے معصیت وگناہ اور خطا کی تاریکی سے اپنے کو آلودہ کیا ہے، اس موقع پر اپنے اوپر واجب قرار دے کہ اپنے تمام ظاہری و باطنی گناہوں کو ترک کرے، ہوائے نفس اور شیطان کی بندگی واطاعت سے پرہیز کرے، خداوندعالم کی طرف رجوع کرے، اور صراط مستقیم پر برقرار رہنے کے ساتھ ساتھ حیاوشرم، عبادت وبندگی اور بندگان خدا کی خدمت کے ذریعہ اپنے ماضی کا تدارک کرے۔

فقہی اور شرعی لحاظ سے یہ واجب واجبِ فوری ہے، یعنی جس وقت گناہگار انسان اپنے گناہوں کی طرف متوجہ ہوجائے، اور یہ احساس ہوجائے کہ اس نے کس عظیم مقدس ذات کی مخالفت کی ہے اور کس منعم حقیقی کی نعمت کو گناہ میں استعمال کیا ہے، اور کس مولائے کریم سے جنگ کے لئے آمادہ پیکار ہوا ہے، اور کس مہربان کے روبرو کھڑا ہوگیا ہے، تو فوری طور پر اپنے علاج کے لئے توبہ کرے اور ندامت کی حرارت اور حسرت کی آگ کے ذریعہ اپنے وجود سے گناہوں کے اثر کو جلادے، اور اپنے دل وجان اور روح سے فحشاء ومنکر کی گندگی کو پاک کردے، اور اپنے اندر خدائی رحمت ومغفرت کو جگہ دے کیونکہ توبہ میں تاخیر کرنا خود ایک گناہ ہے اور خود کو عذاب الٰہی سے محفوظ سمجھنا اور اس حالت پر باقی رہنا گناھان کبیرہ میں سے ہے۔

حضرت عبد العظیم حسنی علیہ الرحمہ نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے، انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے، انہوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے، انہوں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ عمرو بن عُبید نے امامؑ سے سوال کیا: گناھان کبیرہ کون سے ہیں؟ تو آپ نے قرآن سے گناھان کبیرہ کی تفصیل بیان کرتے ہوتے فرمایا: خود کو عذاب الٰہی سے محفوظ سمجھنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔[1]

کسی گناہگار کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ توبہ واستغفار کے لئے کوئی زمانہ معین کرے اور خداوندعالم کی طرف بازگشت کو آئندہ پر چھوڑ دے، اور اپنے درد کے علاج کو بوڑھاپے کے لئے چھوڑ دے۔

کیونکہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جس امید کے سہارے اس بیماری کے علاج کو آئندہ پر چھوڑا جارہا ہے وہ اس وقت تک زندہ بھی رہے گا، کیا ایک جوان کا بوڑھاپے تک باقی رہنا ضروری ہے؟!! ہوسکتا ہے اسی غفلت کی حالت اور گناہوں وشہوت کے عالم میں ہی موت کا پیغام پہنچ جائے۔

ایسے بہت سے لوگ دیکھنے میں آئے ہیں جو کہتے تھے کہ ابھی تو جوانی ہے، بوڑھاپے میں توبہ کرلیں گے، لیکن موت نے

---

[1] کافی ج2، ص285، باب الکبائر، حدیث24؛ وسائل الشیعہ ج15، ص318، باب46، حدیث20629۔

ان کوفرصت نہ دی اوراسی جوانی کے عالم میں توبہ کئے بغیر چل بسے۔

بہت سے گناہگار جوانوں کو دیکھا گیا جو کہتے تھے کہ ابھی تو ہم جوان ہیں لذت وشہوت سے فائدہ اٹھائیں، بوڑھاپے کے وقت توبہ کرلیں گے، لیکن اچانک اسی جوانی کے عالم میں موت نے آکرا چک لیا!

اسی طرح بہت سے گناہگاروں کو دیکھا ہے جو کہتے تھے کہ ابھی تو وقت ہے بعد میں توبہ واستغفار کرلیں گے، لیکن گناہوں اور معصیت کی تکرار نے نفس کو ہوا وہوس کا غلام بنالیا اور شیطان نے ان ہیں گرفتار کرلیا اور گناہوں کے اثر سے توبہ کی صلاحیت کھو بیٹھے، اورھرگز توبہ واستغفار نہ کرسکے، اس کے علاوہ گناہوں کی کثرت، ظلمت کی سنگینی اور خدا کی اطاعت سے زیادہ دوری کی بنا پر وہ خدا کی نشانیوں اور اس کے عذابھیکو جھٹلانے لگے، اور آیات الٰہی کا مذاق اڑانے لگے، اور خود اپنے ھاتھوں سے توبہ واستغفار کا دروازہ بند کرلیا!

"ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ"۔ [۱]

اسکے بعد برائی کرنے والوں کا انجام براہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلا یا دیا اور برابران کا مذاق اڑاتے رہے۔

گناہ، جذام اور برص کی طرح گناہگار انسان کے ایمان، عقیدہ، اخلاق، شخصیت، کرامت اور انسانیت کو کھا جاتے ہیں، انسانی زندگی اس منزل پر پھونچ جاتی ہے کہ انسان خدا کی آیات کی تکذیب کرنے لگتا ہے، اور انبیاء، ائمہ معصومین علیہم السلام اور قرآن مجید کا مسخرہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، اور اس پر کسی کے وعظ ونصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے:

"وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ"۔ [۲]

اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی وسعت زمین وآسمان کے برابر ہے اور اسے صاحبان تقویٰ لئے مہیا کیا گیا ہے۔

اس آیت کے پیش نظر واجب ہے کہ انسان اپنے ظاہر و باطن کو گناہوں سے پاک کرنے اور مغفرت و بہشت حاصل کرنے کے لئے توبہ واستغفار کی طرف جلد از جلد قدم اٹھائے، اور توبہ واستغفار کے تحقق کے لئے جتنا ہو سکے جلدی کرے کیونکہ توبہ میں ایک لمحہ کے لئے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے، قرآن مجید کی رُو سے توبہ میں تاخیر کرنا چاہے کسی بھی وجہ سے ہو، ظلم ہے، اور یہ ظلم دوسرے گناہوں سے الگ خود ایک گناہ ہے۔

"۔۔۔ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"۔ [۳]

---

[۱] سورۂ روم آیت 10۔

[۲] سورۂ آل عمران آیت، 133۔

[۳] سورۂ حجرات آیت، 11۔

۔۔۔اور جو شخص بھی توبہ نہ کرے تو سمجھ لو کہ یہی لوگ درحقیقت ظالموں میں سے ہے۔

گناہگار کو اس حقیقت کا علم ہونا چاہئے کہ توبہ کا ترک کرنا اسے ستم گاروں کے قافلہ میں قرار دیدیتا ہے اور ستم گاروں کو خداوندعالم دوست نہیں رکھتا۔

"۔۔۔وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ" [1]

۔۔۔اور خدا، ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرت۔

گناہگار کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے شخص سے خداوندعالم، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام سخت نفرت کرتے ہیں اور اس سے ناراض رہتے ہیں چنانچہ حضرت عیسی اپنے حواریوں کو تہدید کرتے ہوتے فرماتے ہیں:

يا مَعْشَرَ الْحَوارِيينَ، تَحَبَّبُوا اِلَى اللهِ بِبُغْضِ اَهلِ الْمَعاصى، وَ تَقَرَّبُوا اِلَى اللهِ بِالتَّباعُدِ مِنْهُمْ وَ الْتَمِسُوا رِضاهُ بِسَخَطِهِمْ: [2]

اے گروہ حوارین! گناہگاروں اور معصیت کاروں سے دشمنی اور ناراضگی کا اظہار کرکے خود کو خدا کا محبوب بناؤ، آلودہ لوگوں سے دوری اختیار کرتے ہوتے خدا سے نزدیک ہوجاؤ، اور گناہگاروں کے ساتھ غیض وغضب اور غصہ کا اظہار کرکے خداوندعالم کی خوشنودی حاصل کرلو۔

گناہگار انسان کو اس بات پر متوجہ ہونا چاہئے کہ ہر گناہ کے انجام دینے سے خدا کے نزدیک انسان کی شخصیت اور کرامت کم ہوجاتی ہے یہاں تک کہ انسان حیوان کی منزل میں پہنچ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی پست تر ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایسا شخص قیامت کے دن انسان کی صورت میں محشور نہیں ہوسکتا۔

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام براء بن عازب سے فرماتے ہیں: تم نے دین کو کیسا پایا؟ انہوں نے عرض کیا: مولا! آپ کی خدمت میں آنے اور آپ کی امامت وولایت کا اقرار کرنے نیز آپ کی اتباع اور پیروی سے پہلے یہودیوں کی طرح تھا، ہمارے لئے عبادت وبندگی، اطاعت وخدمت بے اہمیت تھے۔لیکن ہمارے دلوں میں ایمانی حقائق کی تجلی اور آپ کی اطاعت و پیروی کے بعد عبادت وبندگی کی قدر کا پتہ چل گیا، اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: دوسرے لوگ قیامت کے دن گدھے کے برابر محشور ہوں گے، اور تم میں سے ہر شخص روزمحشر بہشت کی طرف جارہا ہوگا۔ [3]

توبہ واجب اخلاقی ہے

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 57۔

[2] مجموعۂ ورّام ج2، ص235، الجزء الثانی؛ بحار الانوار، ج14، ص330، باب 21، حدیث 64؛ مستدرک الوسائل ج12، ص196، باب6، حدیث 13865۔

[3] رجال علامہ بحرالعلوم، ج2، ص127۔

علمائے کرام، اہل عرفان حضرات اور پاک دل دانشوروں نے اخلاقی مسائل کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، اوراخلاق کی دوحصوں میں شرح کی ہے: اخلاق حسنہ، اوراخلاق سیئہ (برااخلاق) غرور وتکبر، اور خودغرضی کو برے اخلاق اور تواضع وانکساری کو اخلاق حسنہ میں مفصل طور پر بیان کیا ہے۔

ابلیس کے لئے پیش آنے والی صورتحال کی بنا پر خداوندعالم کی طرف سے ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیااوراس کواپنی کی بارگاہ سے نکال دیا، کیونکہ اس نے حکم خدا کے مقابلہ میں غرور وتکبر کیا تھا،لیکن دوسری طرف جناب آدم اور جناب حوّا کی توبہ قبول کر لی گئی،جس کی وجہ تواضع وانکساری تھی،قرآن نے واضح کر دیا کہ چونکہ غرور وتکبر خدا کی بارگاہ سے نکال دیئے جانے کا سبب ہے لہٰذا اس سے دوری اختیار کرنا واجب ہے اور تواضع وانکساری انسان کو خدا سے نزدیک کر دیتا ہے اوراس کو عبادت و بندگی سے رغبت میں مدد ملتی ہے، نیز انسان اپنے گناہوں اور خطاؤں کے لئے خدا سے عذرخواہی کرتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے لہٰذا انسان پرواجب ہے کہ خود کو تواضع وانکساری سے آراستہ کرے،اوراس کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کردے، خشوع وخضوع اورآنسو بھری آنکھوں کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہواوراس سے یہ عہد کرے کہ آئندہ گناہوں سے پرہیز کرے گا نیز اپنے گزشتہ کی تلافی کرے گا۔

خدائے مہربان جناب موسیٰ بن عمران سے خطاب کرتے ہوتے فرماتا ہے:

یَابْنَ عِمْرانَ، هَبْ لِی مِنْ عَیْنَیْکَ الدُّمُوعَ، وَمِنْ قَلبکَ الْخُشُوعَ، وَمِنْ بَدَنِکَ الْخُضُوعَ ثُمَّ ادْعُنی فی ظُلَمِ اللَّیالی تَجِدْنی قَرِیباً مُجِیباً: [1]

اے موسیٰ بن عمران! میری بارگاہ میں اشکبار آنکھوں، خاشع قلب اورلرزتے ہوتے جسم کے ساتھ حاضر ہو، پھر شب کی تاریکی میں مجھے پکارو، مجھے نزدیک اور جواب دینے والا پاؤ گے۔

قرآن ابلیس کے بارے میں فرماتا ہے:

"قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ". [2]

فرمایا: (اے ابلیس) تجھے کس چیز نے روکا تھا کہ میرے حکم کے بعد بھی سجدہ نہیں کیا۔اس نے کہا کہ میں ان سے بہتر ہوں۔تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اوران ہیں خاک سے بنایا ہے۔فرمایا تو یہاں سے چلا جا، تجھے ہماری بارگاہ میں رہنے کا حق نہیں ہے تو نے غرور سے کام لے ا،نکل جا کہ تو ذلیل لوگوں میں سے ہے۔

قرآن مجید نے شیطان کی شقاوت اور بدبختی کی وجہ حکم خدا کے سامنے غرور وتکبر بیان کی ہے،اوراسی تکبر کی بنا پر وہ بارگاہ الٰہی

---

[1] عدة الداعی 207، القسم الثالث فی الاداب المتاخرة؛ بحارالانوار، ج13، ص361، باب 11، حدیث 78۔

[2] سورۂ اعراف آیت 12-13۔

سے نکال دیا گیا،لہٰذاانسان کوغرور وتکبر سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ شیطانی صفت انسان کوحکمِ خدا کے مقابلہ میں لاکھڑا کرتی ہے۔

قرآن مجید، جناب آدم وحوا علیہما السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

"قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ"۔ [1]

ان دونوں نے کہا کہ پروردگار! ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اب اگر تو معاف نہ کرے گا اور ہمپر رحم نہ کرے گا، تو یقینا ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

قرآن نے جناب آدم وحوا علیہما السلام کے اقرار واعتراف اور طلب مغفرت کو جو واقعاً ایک پسندیدہ اور قابل تعریف عمل ہے، اس کو ان کی توبہ کے عنوان سے بیان کیا ہے، سورہ بقرہ کی آیت نمبر 37 میں اس توبہ کا تذکرہ ہوا ہے، لیکن اس حقیقت پر بھی توجہ کرنا ضروری ہے کہ اقرار واعتراف اور خداوند عالم کی طرف بازگشت، خشوع وخضوع قلبی انکساری اور دل شکستگی کا ثمرہ ہے، چونکہ علمائے اخلاق کی نظر میں تکبر انسان اور ذات خدا کے درمیان ایک سخت حجاب ہے لیکن تواضع وخاکساری انسان اور ذات خدا کے درمیان ایک سیدھا راستہ اور کھلا ہوا دروازہ ہے، کبر وتکبر کی حالت پر باقی رہنا، ایک عظیم گناہ ہے، اور نخوت سے پرہیز کرنا ایک عظیم واجب ہے، اور تواضع وانکساری سے آراستہ ہونا ایک عظیم عمل ہے اور اپنے کو گناہوں سے دھونا عظیم عبادت وبندگی ہے؛ لہٰذا گناہوں سے توبہ کرنا خدا کی بارگاہ میں تواضع وانکساری اور کبر ونخوت سے دور ہونے کی نشانی اور اخلاقی علامت ہے۔

تکبر کے بارے میں ایک حدیث کے ضمن میں بیان ہوا ہے:

عَنْ حَكِيمٍ قَالَ: سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عليه السلام عَنْ اَدْنَى الْاِلْحَادِ. فَقَالَ: اِنَّ الْكِبْرَ اَدْنَاهُ: [2]

حکیم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے الحاد یعنی انکار خداوندی کے سب سے کم درجے کے بارے میں سوال کیا، تو امامؑ نے فرمایا: اس کا پست ترین درجہ تکبر اور غرور ہے۔

حسین بن اعلا کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

اَلْكِبْرُ قَدْ يَكُونُ فِي شِرَارِ النَّاسِ مِنْ كُلِّ جِنْسٍ، وَالْكِبْرُ رِدَاءُ اللهِ، فَمَنْ نَازَعَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ رِدَاءَهُ لَمْ يَزِدْهُ اللهُ اِلَّا سَفَالاً... [3]

تکبر کسی بھی جنس میں ہو وہ بدترین لوگوں میں سے ہے، بزرگی ذات خدا ہی کے لئے سزاوار ہے، لہٰذا جو شخص خدا کی بزرگی میں جھگڑے اور اس کی ذات اقدس کے ساتھ شریک ہونا چاہے تو اس کو خدا ذلیل کردیتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[1] سورۂ اعراف آیت 23۔

[2] اصول کافی، ج2، ص309، باب الکبر، حدیث1؛ بحار الانوار ج70، ص190، باب130، حدیث1۔

[3] اصول کافی، ج2، ص309، باب الکبر، حدیث2؛ بحار الانوار ج70، ص209، باب130، حدیث2۔

اَلْعِزُّ رِداءُ اللهِ، وَالْكِبْرُ اِزارُهُ، فَمَنْ تَناوَلَ شَيئاً مِنْهُ اَكَبَّهُ اللهُ فی جَهَنَّمَ: [1]

عزت ردائے خدا ہے، بزرگی اس کا جامہ ہے، جوشخص ان کو اپنے لئے سمجھے تو خداوند عالم اس کو جہنم میں ڈال دیتا ہے۔

تواضع کے بارے میں احادیث

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ فِي السَّماءِ مَلَكَينِ مُوَكَّلَينِ بِالْعِبادِ، فَمَنْ تَواضَعَ لِلّٰهِ رَفَعاهُ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعاهُ: [2]

بے شک آسمان میں دو فرشتے ہیں، جن کو خدا نے اپنے بندوں پر موکل قرار دیا ہے کہ جو شخص خدا کے سامنے تواضع و انکساری سے پیش آئے اسے سربلند اور جوشخص غرور و تکبر سے کام لے اسے ذلیل اور رسوا کردیں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

فَاِنَّ مَنْ تَواضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ، وَمَن تَكَبَّرَ خَفَضَهُ اللهُ، وَمَن اقْتَصَدَ فی مَعیشَتِهِ رَزَقَهُ اللهُ، وَمَنْ بَذَّرَ حَرَمَهُ اللهُ، وَمَنْ اَكْثَرَ ذِكْرَ الْمَوْتِ اَحَبَّهُ اللهُ: [3]

بے شک جو شخص خدا کے سامنے تواضع وانکساری سے پیش آئے گا خداوند عالم اس کو بلند کردے گا اور جوشخص اس کے سامنے غرور وتکبر دکھائے گا خداوند عالم اس کو ذلیل ورسوا کردے گا، جوشخص زندگی میں درمیانی راستہ اپنائے گا خداوند عالم اس کو روزی عنایت فرمادے گا، جوشخص اسراف اور فضول خرچی سے کام لے گا خداوند عالم اس پر اپنی عنایت حرام کردے گا اور جوشخص موت کو بہت زیادہ یاد رکھے تو خداوند عالم اس کو اپنا محبوب بنالےگ۔

ایک مقام پر خداوند عالم نے جناب داؤد سے خطاب فرمایا:

يا داوُد كَما اَنَّ اَقْرَبَ النّاسِ مِنَ اللهِ الْمُتَواضِعونَ، كَذٰلِكَ اَبْعَدُ النّاسِ مِنَ اللهِ الْمُتَكَبِّرُونَ: [4]

اے داؤد! جس طرح خداوند عالم سے زیادہ قریب متواضع افراد ہیں اسی طرح مغرور ومتکبر لوگ خدا سے بہت زیادہ دور ہیں۔

خداوند عالم کی طرف واپسی

---

[1] اصول کافی، ج2،ص309، باب الکبر، حدیث3؛ ثواب الاعمال ص221، عقاب المتکبر؛ بحارالانوار ج70،ص213، باب130، حدیث3۔

[2] اصول کافی، ج2،ص122، باب التواضع، حدیث2؛ مشکاۃ الانوار ص227، الفصل الثانی فی التواضع؛ بحارالانوار ج70،ص237، باب130، حدیث 44۔

[3] اصول کافی، ج2،ص122، باب التواضع، حدیث3؛ مجموعہ ورّام ج2،ص190، الجزء الثانی؛ بحارالانوار ج72،ص126، باب51، حدیث25۔

[4] اصول کافی، ج2،ص123، باب التواضع، حدیث 11؛ وسائل الشیعہ ج15،ص272، باب 28، حدیث 20494؛ بحار الانوار ج72،ص132، باب51، حدیث34۔

"وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ"۔ [1]

۔۔۔میں زیادہ بخشنے والا ہوں اس شخص کے لئے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اور پھر راہ ہدایت پر ثابت قدم رہے۔

گناہگار اور توبہ کرنے کی طاقت

کوئی بھی ماں نے اپنے بیٹے کو گناہگار پیدا نہیں کرتی، رحم مادر سے کوئی بچہ بھی عاصی اور خطا کار پیدا نہیں ھوتا۔

جب بچہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو علم و دانش اور فکر و نظر سے خالی ہوتا ہے، اور اپنے اطراف میں ہونے والے واقعات سے بالکل بے خبر رہتا ہے۔

جس وقت بچہ اس دنیا کی فضا میں آتا ہے تو رونے اور ماں کا دودھ پینے کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا، بلکہ شروع شروع میں اس سے بھی غافل ہوتا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اس میں احساسات، خواہشیں اور شھوات پیدا ہونے لگتی ہیں، اپنے کارواں زندگی کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے گھر والوں اور پھر باہر والوں سے سیکھتا جاتا ہے۔

اسی طرح اس کی زندگی کے دوران اس کے بدن میں مختلف بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں، اس کی فکر و روح، نفس اور قلب میں خطائیں ہوجاتی ہیں، اسی طرح عمل و اخلاق کے میدان میں گناہوں کا مرتکب ہونے لگتا ہے، پس معلوم یہ ہوا کہ گناہ بدن پر طاری ہونے والی ایک بیماری کی طرح عارضی چیز ہے، ذاتی نہیں۔

انسان کے بدن کی بیماری طبیب کے تجویز کئے ہوتے نسخہ پر عمل کرنے سے ختم ہوجاتی ہے، بالکل اسی طرح اس کی باطنی بیماری یعنی فکر و روح اور نفس کی بیماری کا علاج بھی خداوند مہربان کے احکام پر عمل کرنے سے کیا جاسکتا ہے۔

گناہگار جب خود کو پہچان لیتا ہے اور اپنے خالق کے بیان کردہ حلال و حرام کی معرفت حاصل کرلیتا ہے یقینا اس روحانی طبیب کے نسخہ پر عمل کرتے ہوتے گناہوں سے توبہ کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، اور خداوند مہربان کی ذات سے امید رکھتا ہے کہ وہ اس کو گناہوں کے دلدل سے باھر نکال دے گا اور پھر وہ اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے شکم مادر سے ابھی پیدا ہوا ہو۔

گناہگار یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں توبہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ جو شخص گناہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے بے شک وہ توبہ کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔

جی ہاں، انسان کھانے پینے، آنے جانے، کہنے سننے، شادی کرنے، کاروبار میں مشغول ہونے، ورزش کرنے، زندگی گذارنے اور زور آزمائی کے مظاہرے پر قدرت رکھتا ہے، وہ اپنی خاص بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر کے کہنے پر بعض چیزوں سے پرہیز بھی کرسکتا ہے اور بیماری کے بڑھنے کے خوف سے جس طرح کچھ چیزیں نہیں کھاتا، اسی طرح جن گناہوں میں ملوث ہے ان سے بھی توپرہیز کرسکتا ہے، اور جن نافرمانیوں میں مبتلا ہے اس سے بھی تو رک سکتا ہے۔

---

[1] سورۂ طٰہٰ آیت 82۔

خداوندعالم کی بارگاہ میں توبہ کی قدرت نہ رکھنے کا عذر و بھانہ کرنا قابل قبول نہیں ہے، اگر گناہگار توبہ کی قدرت نہ رکھتا ہوتا تو خداوندعالم کبھی بھی توبہ کی دعوت نہ دیتا۔

گناہگار کواس حقیقت پر یقین رکھنا چاہئے کہ وہ ہرموقع ومحل پر ترکِ گناہ پر قادر ہے، اورقرآنی نقطہ نظر سے خداوندعالم کی ذات گرامی بھی تواب ورحیم ہے، وہ انسان کی توبہ قبول کرلیتا ہے، اورانسان کے تمام گناہوں کواپنی رحمت ومغفرت کی بنا پر بخش دیتا ہے اگر چہ تمام ریگزاروں کے برابر ہیکیوں نہ ہوں، اوراس کے سیاہ نامہ اعمال کواپنی مغفرت کی سفیدی سے مٹادیتا ہے۔

گناہگار کواس چیز کا علم ہونا چاہئے کہ اگر ترکِ گناہ اوراپنے ظاہر و باطن کی پاکیزگی کے لئے قدم نہ اٹھائے اور گناہ و معصیت میں اضافہ کرتا رہے، تو پھر خداوندعالم بھی اس کو دردناک عذاب میں گرفتار کردیتا ہے اورسخت سے سخت عقوبت اس کے لئے مقرر فرماتا ہے۔

خداوندعالم نے قرآن مجید میں خودکواس طرح سے پہچنوایا ہے:

"غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ"۔ [1]

وہ گناہوں کا بخشنے والا، توبہ کا قبول کرنے والااورشدید عذاب کرنے والا ہے۔

امام معصوم علیہ السلام دعائے افتتاح میں خداوندعالم کی اس طرح حمد وثنا فرماتے ہیں:

وَاَيْقَنْتُ اَنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فِي مَوْضِعِ الْعَفْوِ وَالرَّحْمَةِ، وَاَشَدُّ الْمُعَاقِبِينَ فِي مَوْضِعِ النَّكَالِ وَالنَّقِمَةِ۔

مجھے اس بات پر یقین ہے کہ تو رحمت وبخشش کے مقام میں سب سے زیادہ مہربان ہے، اورعذاب وعقاب کے مقام میں شدیدترین عذاب کرنے والا ہے۔

اسی طرح خداوندعالم نے قرآن مجید میں گناہگاروں سے خطاب فرمایا ہے:

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"۔ [2]

(اے) پیغمبرآپ پیغام پہنچادیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہوں، اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اوروہ یقینا بہت زیادہ بخشنے والا اورمہربان ہے۔

لہٰذا ایک طرف خداوندعالم کا تواب وغفور ہونا اور دوسری طرف سے گناہگار انسان کا گناہوں کے ترک کرنے پر قادر ہونا اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیات کا گناہگار انسان کو خدا کی رحمت ومغفرت کی بشارت دیناان تمام باتوں کے باوجود ایک

---

[1] سورۂ مؤمن (غافر) آیت 3۔

[2] سورۂ زمر آیت 53۔

گناہگار کو اپنے گناہوں کے ترک کرنے میں کوئی عذر و بھانہ باقی نہیں رہنا چاہئے، اسی لئے گناہگار کے لئے توبہ کرنا عقلی اور اخلاقی لحاظ سے واجب فوری ہے۔

اگر گناہگار توبہ کے لئے قدم نہ بڑھائے، اپنے گزشتہ کا جبران وتلافی نہ کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو گناہ سے پاک نہ کرے، تو عقل وشرع، وجدان اور حکمت کی نظر میں اس دنیا میں بھی محکوم و مذموم ہے، اور آخرت میں بھی خداوندعالم کے نزدیک مستحق عذاب ہے۔ ایسا شخص روز قیامت حسرت و یاس اور ندامت و پشیمانی کے ساتھ فریاد کرے گا:

"...لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ". [۱]

اگر مجھے دوبارہ واپس جانے کا موقع مل جائے تو میں نیک کردار لوگوں میں سے ہوجاؤں۔

اس وقت خداوندعالم جواب دے گا:

"بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ". [۲]

ہاں ہاں تیرے پاس میری آیت یں آئی تھیں تو نے ان ہیں جھٹلا دیا اور تکبر سے کام لیا اور کافروں میں سے ہوگی۔

روز قیامت گناہگار شخص کی نجات کے لئے دین وعمل کے بدلے میں کوئی چیز قبول نہ ہوگی، اور اس کی پیشانی پر سزا کی مہر لگادی جائے گی:

"وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ". [۳]

اور اگر ظلم کرنے والوں کو زمین کی تمام کائنات مل جائے اور اتنا ہی اور بھی دیدیا جائے تو بھی یہ روز قیامت کے بدترین عذاب کے بدلے میں سب دیدیں گے، لیکن ان کے لئے خدا کی طرف سے وہ سب بہرحال ظاہر ہوگا جس کا یہ وہم وگمان بھی نہیں رکھتے تھے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام دعائے کمیل میں فرماتے ہیں:

خدا کی بارگاہ میں گناہگار کے توبہ نہ کرنے میں کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ خدا نے گناہگار پر اپنی حجت تمام کردی ہے:

فَلَكَ الحُجةُ عَلَيَّ في جَميعِ ذٰلِكَ، وَلا حُجَّةَ لِي فِي مٰا جَرىٰ عَلَيَّ فيهِ قَضٰاؤُكَ.

تمام معاملات میں میرے اوپر تیری حجت تمام ہوگئی ہے اور اسے پورا کرنے میں تیری حجت باقی نہیں رہی۔

بندوں پر خدا کی حجت کے سلسلے میں ایک اہم روایت

عبدالاعلیٰ مولیٰ آل سام کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: روز قیامت ایک حسین و

---

[۱] سورۂ زمر آیت، 58۔

[۲] سورۂ زمر آیت، 59۔

[۳] سورۂ زمر آیت، 47۔

جمیل عورت کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں اپنے حسن و جمال کی وجہ سے گناہ و معصیت کو اپنا شعار بنایا تھا، وہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے کہے گی: پالنے والے! تو نے مجھے خوبصورت پیدا کیا، لہٰذا میں اپنے حسن و جمال کی بنا پر گناہوں کی مرتکب ہوگئی، اس وقت جناب مریم (سلام اللہ علیہا) کو لایا جائے گا، اور کہا جائے گا: تو زیادہ خوبصورت ہے یا یہ باعظمت خاتون؟ ہم نے اس کو بہت زیادہ خوبصورت خلق فرمایا، لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے کو محفوظ رکھا، برائیوں سے دور رہیں۔

اس کے بعد ایک خوبصورت مرد کو لایا جائے گا وہ بھی اپنی خوبصورتی کی بنا پر گناہوں میں غرق رہا، وہ بھی کہے گا: پالنے والے! تو نے مجھے خوبصورت پیدا کیا، جس کی بنا پر میں نامحرم عورتوں کے ساتھ گناہوں میں ملوث رہا۔ اس وقت جناب یوسف علیہ السلام کو لایا جائے گا، اور کہا جائے گا: تو زیادہ خوبصورت ہے یا یہ عظیم الشان انسان، ہم نے ان ہیں بھی بہت خوبصورت پیدا کیا لیکن انہوں نے بھی اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور فتنہ وفساد میں غرق نہ ہوئے۔

اس کے بعد ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا، جو بلاء اور مصیبتوں میں گرفتار رہ چکا تھا اور اسی وجہ سے اس نے اپنے کو گناہوں میں غرق کرلیا تھا، وہ بھی عرض کرے گا: پالنے والے! چونکہ تو نے مجھے مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار کردیا تھا جس سے میرا حوصلہ اور استقامت جاتی رہی اور میں گناہوں میں غرق ہوگیا، اس وقت جناب ایوب علیہ السلام کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا: تمہاری مصیبتیں زیادہ ہیں یا اس عظیم انسان کی، یہ بھی مصیبتوں میں گھرے رہے، لیکن انہوں اپنے آپ کو محفوظ رکھا اور فتنہ وفساد کے گڑھے میں نہ گرے [1]

توبہ، آدم وحوا کی میراث

جناب آدم علیہ السلام روئے زمین پر خداوندعالم کے خلیفہ اور اس کے نائب کے عنوان سے پیدا کئے گئے، اور پتلہ بنانے کے بعد اللہ نے اس میں اپنی روح کو پھونکی [2] اور ان کو اسماء کا علم دیا، فرشتوں نے ان کی عظمت و کرامت کے سامنے حکم خدا کے سے سجدہ کیا، اس وقت خدا کے حکم سے وہ اور جناب حوّا بہشت میں رہنے لگے [3] بہشت کی تمام نعمتیں ان کے اختیار میں دیدیں گئی، اوران ہیں تمام نعمتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی، مگر دونوں سے یہ کہا گیا کہ فلاں درخت کے نزدیک نہ ہونا، کیونکہ اس کے نزدیک ہونے کی صورت میں تم ظالمین اور ستمگاروں میں سے ہوجاؤ گے۔ [4]

وہ شیطان جس نے جناب آدم کو سجدہ نہ کرنے میں حکم خدا کی مخالفت کی اور خدا کی بارگاہ سے نکال دیا گیا، اسے خدا کی

---

[1] کافی جلد ۸، ص ۲۲۸، حدیث یاجوج وماجوج، حدیث ۲۹۱؛ بحارالانوار ج ۱۲، ص ۳۴۱، باب ۱۰، حدیث ۲

[2] اصول کافی ج، ص 72۔

[3] سورہ بقرہ آیات 33 تا 35۔

[4] "وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩" سورۂ اعراف آیت نمبر 19۔

لعنت تکلیف دی رہی تھی، اس کا غرور وتکبر اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ خدا کی بارگاہ میں توبہ کرلے، کینہ اور حسد کی وجہ سے جناب آدم وحوا علیہما السلام سے دشمنی نکالنے کی فکر میں لگ گیا تاکہ ان کا چھپا ہوا بدن ظاہر ہوجائے، اور اس کی اطاعت کرتے ہوتے اپنی عظمت وکرامت سے ہاتھ دھوبیٹھیں، اور بہشت عنبر سے باہر نکال دیئے جائیں نیز خدا کے لطف وکرم سے منہ موڑ لیں۔

چنانچہ ان جملوں کے ذریعہ اس درخت کا پھل کھلانے کے لئے ان ہیں وسوسہ میں ڈال دیا:

اے آدم وحوا! خداوند عالم نے اس درخت کا پھل کھانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ اگر تم اس کا پھل کھالوگے تو فرشتے بن جاؤگے یا اس ہرے بھرے باغ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہ جاؤگے۔

اپنے وسوسہ کو ان دونوں کے دلوں میں ثابت ومستحکم کرنے کے لئے اس نے (جھوٹی) قسم کھائی کہ میں تمہارا خیرخواہ ہوں۔ [1] شیطان کا حسین وسوسہ اور اس کی قسم نے دونوں حضرات کے حرص کو شعلہ ور کردیا، ان دونوں کا حرص خداوند عالم کی نہی کے درمیان حجاب بن گیا شیطان ان دونوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگیا، اور یہ خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوگئے۔ اس درخت کا پھل کھالیا، ان کا بدن ظاہر ہوگیا، وقار وھیبت اور نور وکرامت کا لباس اتر گیا، اپنے بدن کو بہشت کے درخت کے پتوں سے چھپانا شروع کیا، اس وقت خداوند عالم نے خطاب فرمایا کہ کیا ہم نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا اور اعلان نہ کیا تھا کہ شیطان تمہارا کُھلا دشمن ہے؟! [2]

جناب آدم وحوا بہشت سے نکال دیئے گئے، مقام خلافت وعلم اور مسجود ملائکہ ہونے سے کوئی کام نہ چلا، اور جو عظمت ان کو دی گئی تھی اس سے ھبوط کرگئے، اور زندگی کے لئے زمین پر بھیج دیئے گئے۔

مقام قرب سے دوری، فرشتوں کی ہمنشینی سے محرومی، بہشت سے خروج، نہی خدا پر بے توجہی اور شیطان کی اطاعت کی وجہ سے دونوں غم واندوہ اور حسرت میں غرق ہوگئے، خود پسندی کے خوفناک اور محدود زندان میں پہنچ گئے، کیونکہ اسی خود پسندی اور خود بینی کی وجہ سے رحمت وعنایت اور لطف وکرم سے محروم ہوچکے تھے، اور غیر اللہ کے جال میں پھنس گئے تھے، اور ایمان، عشق اور بیداری کی فضا میں وارد ہوگئے، جہاں سے دنیاوی فائدے اور آخرت کے لئے بے نھایت فوائد انسان کو ملنے والے ہیں۔

جب آدم وحوّا علیہما السلام اس طرح اپنے آپ میں آئے تو فریاد کی کہ ہمانانیت اور غفلت کے سبب فراق یار کے زندان گرفتار ہوگئے ہیں، خودخواہی اور حرص وغرور کے اندھیرے میں غرق ہوگئے اور ''ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا'' سے دچار ہوگئے۔

---

[1] فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ ''سورۂ اعراف آیت نمبر 20۔ 21۔

[2] ''فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ''سورۂ اعراف آیت نمبر 22۔

اپنی حالت پر متوجہ ہونے، حرّیت و آزادی کے میدان میں وارد ہونے، شیطان کے جال سے نجات پانے، خداوندعالم کی طرف متوجہ ہونے اور بارگاہ خداوندی میں تواضع وانکساری سے پیش آنے کا سبب ہے، کہ اگر شیطان بھی اسی طریقہ سے اپنی حالت پر توجہ کرتا تو خداوندعالم کی بارگاہ سے مردود نہ ہوتا اور اس کے گلے میں ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق نہ ڈالا جاتا۔ جناب آدم وحوا علیہما السلام غور وفکر اور اندیشہ، تعقل، توجہ، بینائی اور بیداری کی معنوی اور قیمتی فضاء میں وارد ہوئے، ندامت و پشیمانی اور اشک چشم کے ساتھ اس طرح ادب اور خاکساری دکھائی کہ یہ نہیں کہا کہ: اِغْفِرْ لَنَ، بلکہ خدا کی بارگاہ میں عرض کیا: "وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا" اگر ہمیں نہیں بخشے گا اور ہمپر رحم نہ کرے گا "لَنَکُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِینَ۔" [1] تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔

اس توجہ، بیداری، تواضع وانکساری، ندامت و پشیمانی، گریہ وتوبہ اور خودی سے نکل کر خدائی بن جانے کی بنا پر ہی رحمت خدا کے دروازے کھل گئے، خدائے مہربان کا لطف وکرم شامل حال ہوا اور خدا کی عنایت وتوجہ نے بڑھ کر استقبال کیا:

"فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ" [2]

پھر آدم نے پروردگار سے کلمات کی تعلیم حاصل کی اور ان کی برکت سے خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی کہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

نور ربوبیت نے کلمات میں تجلی کی اور جناب آدم کی روح نے درک کیا، اس تینوں حقیقت یعنی نور ربوبی کی تجلی، کلمات اور روح آدم کی ہماہنگی کے سبب ہی توبہ وجود میں آئی، وہ توبہ جس نے ماضی کا تدارک کر دیا، اور توبہ کرنے والوں کے مستقبل کو روشن اور تابناک بنا دیا۔

حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جن کلمات کے ذریعہ جناب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی وہ کلمات یہ تھے:

اَللّٰهُمَّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ، فَاغْفِرْ لِیْ، اِنَّكَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ. اَللّٰهُمَّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ، فَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ [3]

پالنے والے! تو پاک و پاکیزہ ہے میں تیری حمد کرتا ہوں تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، پالنے والے میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، لہٰذا مجھے معاف کر دے، کیونکہ تو بہترین معاف کرنے والا ہے، تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، تو پاک و پاکیزہ ہے، میں تیری حمد کرتا ہوں، پالنے والے! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو میرے اوپر رحم فرما کہ تو بہترین رحم کرنے والا ہے، پالنے

---

[1] سورہ اعراف آیت 32۔

[2] سورۂ بقرہ آیت 37۔

[3] مجمع البیان، ج1، ص112؛ بحار الانوار ج11، ص157، باب 3۔

والے! تیرے علاوہ کوئی خدانہیں ہے،تو پاک و پاکیزہ ہے میں تیری حمد کرتا ہوں، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا،تو میری توبہ کوقبول کرے کیونکہ تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اورمہربان ہے۔

اس سلسلے میں یہ روایت بھی ملتی ہے: جناب آدم ؑ نے عرش الٰہی پر چند عظیم الشان اسماء لکھے دیکھے،تو انہوں نے ان کے بارے میں سوال کیا تو آواز آئی: یہ کلمات مقام ومنزلت کے اعتبار سے تمام موجودات عالم پر فضیلت رکھتے ہیں: اوروہ ہیں: محمد، علی، فاطمہ، حسن وحسین علیہم السلام، جناب آدم نے اپنی توبہ کے قبول ہونے اوراپنے مقام کی بلندی کے لئے ان اسماء گرامی کی حقیقت سے توسل کیااوران اسماء کی برکت سے جناب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوگئی۔[1]

جی ہاں! جیسے ہی کلمات کی تجلیات کے لئے خداوندعالم کے الھامات کی بارش جناب آدم کے دانۂ عشق ومحبت پر برسی،تو اپنے نفس پر ظلم کے اقرارواعتراف کا پوداا ُگ آیا، جناب آدم نے دعاوگریہ اوراستغاثہ کیا، احساس گناہ کا درخت ان کی روح میں تناور ہوگیااوراس پر توبہ کا پھول کھل اٹھا:

"ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى"۔[2]

پھر خدانے ان ہیں چن لیااوران کی توبہ قبول کرلی اوران ہیں راستہ پر لگادی۔

کیا کیا چیزیں گناہ ہیں؟

حضرت امام صادق علیہ السلام توبہ نامہ کے عنوان سے بہترین وخوبصورت کلام بیان فرماتے ہیں، جس میں ان گناہوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جن سے توبہ کرناواجب فوری، واجب شرعی اورواجب اخلاقی ہے، اوراگران گناہوں کا تدارک نہ کیا گیا اورحقیقی توبہ کے ذریعہ اپنے نامہ اعمال کو دھویا نہ گیا تو روز قیامت عذاب الٰہی اور دردناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا، امام علیہ السلام گناہوں کواس طرح بیان کرتے ہیں:

واجبات الٰہی کا ترک کرنا، حقوق الٰہی جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، جھاد، حج، عمرہ، وضوء، غسل، عبادت شب، کثرت ذکر، کفارہ قسم، مصیبت میں کلمہ استرجاع کہنا، (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون) وغیرہ سے غفلت کرنا، اوراپنے واجب ومستحب اعمال میں کوتاھی ہونے کے بعدان سے روگردانی کرنا۔

گناہان کبیرہ کا مرتکب ہونا، معصیت الٰہی کی طرف رغبت رکھنا، گناہوں کا انجام دینا، بری چیزوں کواپنانا، شھوات میں غرق ہونا، کسی خطا کواپنے ذمہ لینا، غرض یہ کہ عمدی یا غلطی کی بنا پر ظاہری اورمخفی طور پر معصیت خدا کرنا۔

کسی کا ناحق خون بھانا، والدین کا عاق ہونا، قطع رحم کرنا، میدان جنگ سے فرار کرنا، باعفت شخص پر تہمت لگانا، ناجائز طریقہ سے یتیم کا مال کھانا، جھوٹی گواہی دینا، حق کی گواہی سے کترانا، دین فروشی، رباخوری، خیانت، مال حرام، جادو،ٹوٹا، غیب کی

---

[1] مجمع البیان، ج1،ص113؛ بحارالانوار ج11، ص157، باب3۔

[2] سورۂ طہٰ آیت، 122

باتیں گڑھنا، نظر بد ڈالنا، شرک، ریا، چوری، شراب خوری، کم تولنا اور کم ناپنا، ناپ تول میں خیانت کرنا، کینہ و دشمنی، منافقت، عہد و پیمان توڑ دینا، خوامخواہ الزام لگانا، فریب اور دھوکہ دینا، اہل ذمہ سے کیا ہوا عہد و پیمان توڑنا، قسم، غیبت کرنا یا سننا، چغلی کرنا، تہمت لگانا، دوسروں کی عیب تلاش کرنا، دوسروں کو بُرا بھلا کہنا، دوسروں کو بُرے ناموں سے پکارنا، پڑوسی کو اذیت پہچانا، دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہونا، اپنے اوپر بلا وجہ فخر و مباھات کرنا، گناہوں پر اصرار کرنا، ظالموں کا ھمنوا بننا، تکبر کرنا غرور سے چلنا، حکم دینے میں ستم کرنا، غصہ کے عالم میں ظلم کرنا، کینہ و حسد رکھنا، ظالموں کی مدد کرنا، دشمنی اور گناہ میں مدد کرنا، اہل و عیال اور مال کی تعداد میں کمی کرنا، لوگوں سے بدگمانی کرنا، ہوائے نفس کی اطاعت کرنا، شہوت پرستی، برائیوں کا حکم دینا، نیکیوں سے روکنا، زمین پر فتنہ و فساد پھیلانا، حق کا انکار کرنا، ناحق کاموں میں ستمگروں سے مدد لینا، دھوکا دینا، کنجوسی کرنا، نہ جاننے والی چیز کے بارے میں گفتگو کرنا، خون اور یا سور کا گوشت کھانا، مردار یا غیر ذبیحہ جانور کا گوشت کھانا، حسد کرنا، کسی پر تجاوز کرنا، بری چیزوں کی دعوت دینا، خدا کی نعمتوں پر مغرور ہونا، خودغرضی دکھانا، احسان جتانا، قرآن کا انکار کرنا، یتیم کو ذلیل کرنا، سائل کو دھتکارنا، قسم توڑنا، جھوٹی قسم کھانا، دوسروں کی ناموس اور مال پر ہاتھ ڈالنا، برا دیکھنا، برا سننا اور برا کہنا، کسی کو بری نظر سے چھونا، دل میں بُری بُری باتیں سوچنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ [۱]

واجب چیزوں کو ترک کرنا اور حرام چیزوں کا مرتکب ہونا، حضرت امام صادق علیہ السلام کے اس ملکوتی کلام میں یہ سب باتیں گناہ کے عنوان سے بیان ہوئی ہیں جن سے توبہ کرنا واجب فوری ہے۔

گناہوں کے برے آثار

قرآن مجید کی آیات اور اہل بیت علیہالسلام کی تعلیمات کے پیش نظر دنیا و آخرت میں گناہوں کے بُرے آثار نمایاں ہوتے ہیں کہ اگر گناہگار اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرے تو بے شک ان کے برے آثار میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

"بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"۔ [۲]

یقینا جس نے کوئی برائی کی اور اس کی غلطی نے اسے گھیر لیا تو ایسے لوگوں کے لئے جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

"قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا"۔ [۳]

اے پیغمبر کیا ہم تمہیں ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دیں جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں

---

[۱] ۔بحارالانوار ج94، ص328 باب 2

[۲] سورۂ بقرہ آیت 81۔

[۳] سورۂ کہف آیت، 103۔105۔

جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دیں رہے رہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آیات پروردگار اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، ان کے اعمال برباد ہو گئے ہیں اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

"فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ..."۔ [۱]

ان کے دلوں میں بیماری ہے اور خدا نے نفاق کی بنا پر اسے اور بھی بڑھا دیا ہے، اب اس جھوٹ کے نتیجہ میں دردناک عذاب ملے گا۔۔۔۔

"فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ..."۔ [۲]

اے پیغمبر آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان کی طرف جا رہے ہیں۔

"وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ..."۔ [۳]

اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے مرض میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ کفر ہی کی حالت میں مر جاتے ہیں۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا"۔ [۴]

جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب واصل جہنم ہوں گے۔

مذکورہ آیہ اور اس سے ملتی جلتی آیتوں کی بنا پر بعض محققین کا عقیدہ ہے کہ روز قیامت گناہگاروں کو ملنے والا عذاب یہی اس کے گناہ ہوں گے، یعنی یہی انسان کے گناہ ہوں گے جو روز قیامت دردناک عذاب کی شکل میں ظاہر ہوں گے، اور گناہگار کو ہمیشہ کے لئے اپنا اسیر بنا کر عذاب میں مبتلا رکھیں گے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ"۔ [۵]

جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے احکام کو چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور خدا، روز قیامت ان سے بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا (بلکہ) ان کے لئے

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت 10۔

[۲] سورۂ مائدہ آیت 52

[۳] سورۂ توبہ آیت 125۔

[۴] سورۂ نساء آیت، 10۔

[۵] سورۂ بقرہ آیت 174۔175۔

دردناک عذاب قرار دے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے عوض اور عذاب کو مغفرت کے عوض خرید لیا ہے، آخر یہ آتش جہنم پر کتنا صبر کریں گے۔

"مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ"۔ [1]

جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی مانند ہے جسے آندھی کے دن کی تند ہوا اڑا لے جائے کہ وہ اپنے حاصل کئے ہوتے پر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے اور یہی بہت دور تک پھیلی ہوئی گمراہی ہے۔

لہٰذا اس طرح کی آیات سے نتیجہ نکلتا ہے کہ گناہوں کے بُرے آثار اس سے کہیں زیادہ ہیں، مثلاً:

آتش جہنم میں جلنا، عذاب کا ابدی ہونا، دنیا وآخرت میں نقصان اور خسارہ میں رہنا، انسان کی ساری زحمتوں پر پانی پھرجانا، روز قیامت (نیک) اعمال کا حبط (یعنی ختم) ہوجانا، روز قیامت اعمال کی میزان قائم نہ ہونا، توبہ نہ کرنے کی وجہ سے گناہوں میں اضافہ ہونا، دشمنان خدا کی طرف دوڑنا، انسان سے خدا کا تعلق ختم ہوجانا، قیامت میں تزکیہ نہ ہونا، ہدایت کا گمراہی سے بدل جانا، مغفرت الٰہی کے بدلہ عذاب الٰہی کا مقرر ہونا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ایک تفصیلی روایت میں گناہوں کے برے آثار کے بارے میں اس طرح ارشادفرماتے ہیں:

جن گناہوں کے ذریعہ نعمتیں تبدیل ہوجاتی ہیں:

عوام الناس پر ظلم وستم کرنا، کارخیر کی عادت چھوڑ دینا، نیک کام کرنے سے دوری کرنا، کفران نعمت کرنا اور شکر الٰہی چھوڑ دینا۔

جو گناہ ندامت اور پشیمانی کے باعث ہوتے ہیں:

قتل نفس، قطع رحم، وقت ختم ہونے تک نماز میں تاخیر کرنا، وصیت نہ کرنا، لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنا، زکوٰۃ ادا نہ کرنا، یہاں تک کہ اس کی موت کا پیغام آجائے اور اس کی زبان بند ہوجائے۔

جن گناہوں کے ذریعہ نعمتیں زائل ہوجاتی ہیں:

جان بوجھ کرستم کرنا، لوگوں پر ظلم وتجاوز کرنا، لوگوں کا مذاق اڑانا، دوسرے لوگوں کو ذلیل کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ انسان تک نعمتیں نہیں پہنچتیں:

اپنی محتاجگی کا اظہار کرنا، نماز پڑھے بغیر رات کے ایک تھائی حصہ میں سونا یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے، صبح میں

[1] سورۂ ابراھیم آیت،18۔

نماز قضا ہونے تک سونا، خدا کی نعمتوں کو حقیر سمجھنا، خداوند عالم سے شکایت کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ پردہ اٹھ جاتا ہے:

شراب پینا، جوا کھیلنا یا سٹہ لگانا، مسخرہ کرنا، بیہودہ کام کرنا، مذاق اڑانا، لوگوں کے عیوب بیان کرنا، شراب پینے والوں کی صحبت میں بیٹھنا۔

جو گناہ نزول بلاء کا سبب بنتے ہیں:

غم زدہ لوگوں کی فریادرسی نہ کرنا، مظلوموں کی مدد نہ کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے الٰہی فریضہ کا ترک کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ دشمن غالب آجاتے ہیں:

کھلے عام ظلم کرنا، اپنے گناہوں کو بیان کرنا، حرام چیزوں کو مباح سمجھنا، نیک وصالح لوگوں کی نافرمانی کرنا، بدکاروں کی اطاعت کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ عمر گھٹ جاتی ہے:

قطع تعلق کرنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی باتیں بنانا، زنا کرنا، مسلمانوں کا راستہ بند کرنا، ناحق امامت کا دعویٰ کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ امید ٹوٹ جاتی ہے:

رحمت خدا سے ناامید ہونا، لطف خدا سے زیادہ مایوس ہونا، غیر حق پر بھروسہ کرنا اور خداوند عالم کے وعدوں کو جھٹلانا۔

جن گناہوں کے ذریعہ انسان کا ضمیر تاریک ہوجاتا ہے:

سحر وجادو اور غیب کی باتیں کرنا، ستاروں کو موثر ماننا، قضا وقدر کو جھٹلانا، عقوق والدین ہونا۔

جن گناہوں کے ذریعہ (احترام کا) پردہ اٹھ جاتا ہے:

واپس نہ دینے کی نیت سے قرض لینا، فضول خرچی کرنا، اہل وعیال اور رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں بخل کرنا، بُرے اخلاق سے پیش آنا، بے صبری کرنا، بے حوصلہ ہونا، اپنے کو کاہل جیسا بنانا اور اہل دین کو حقیر سمجھنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ دعا قبول نہیں ہوتی:

بری نیت رکھنا، باطن میں برا ہونا، دینی بھائیوں سے منافقت کرنا، دعا قبول ہونے کا یقین نہ رکھنا، نماز میں تاخیر کرنا یہاں تک کہ اس کا وقت ختم ہوجائے، کار خیر اور صدقہ کو ترک کرکے تقرب الٰہی کو ترک کرنا اور گفتگو کے دوران نازیبا الفاظ استعمال کرنا اور گالی گلوچ دینا۔